ماہنامہ

انصار اللہ

ربوہ

اکتوبر سنہ ۱۹۸۷ء

ایڈیٹر

مرزا محمد الدین ناز

کرنا معمولی کام نہیں۔ اس کے لئے سنجیدگی سے تیاری کرنی ہے اور اس کا اس کے علاوہ کوئی حل نہیں کہ ہر شخص دعوت الی اللہ کرے اور اُس وقت تک چین سے نہ بیٹھے جب تک کوئی پھل حاصل نہ کرلے۔ عہدیداران کو ہرگز بھولنا نہیں چاہیئے، مَیں جواب طلبی کروں یا نہ کروں۔ عہدیداروں پر ذمہ داری عاید ہوتی ہے کہ اسے یاد رکھیں اور پلٹ پلٹ کر دیکھتے رہیں کہ جماعت دعوت الی اللہ کر رہی ہے یا نہیں۔

حضور نے فرمایا دُنیا میں دو قسم کے رزق حاصل کرنے والے لوگ پائے جاتے ہیں اُگانے والے اور پھل حاصل کرنے والے۔ کچھ قومیں جن میں آسٹریلیا کے علاوہ کچھ اور ممالک کے لوگ شامل ہیں اور ان کو GATHERERS کہا جاتا ہے یعنی سمیٹنے والے۔ اسی طرح سے ہمارے ہاں بھی اکثر منتظمین ان مخلصین کا کام سمیٹ رہے ہیں جو دعوت الی اللہ کا کام کر رہے ہیں اس سے تاثر یہ ملتا ہے کہ جیسے ساری جماعت دعوت الی اللہ کر رہی ہے حالانکہ بعض اوقات داعی الی اللہ کو بنانے سجانے میں ان کا کوئی دخل نہیں ہوتا لیکن بعض جگہ سارا نظام جماعت کا ان کی سرپرستی کرتا ہے۔ جہاں تک رپورٹیں بھیجنے کا تعلق ہے رپورٹیں تو اس سے سج جاتی ہیں لیکن امیر کی ذمہ داری پوری نہیں ہوتی اسے چاہیئے کہ نئے کھیت بنائے نئی کھیتیاں اُگائے، نئے باغ لگائے۔ دعوت الی اللہ کے باغ اور کھیت لگانا داعی الی اللہ کا کام ہے اور یہ محض نصیحت یا یاددہانی سے نہیں ہوتا بلکہ ان کو اپنے ساتھ لگانے سے ہوتا ہے۔ ان کے دلوں میں کام کی محبت پیدا کرنا یہ ایک فن ہے اور اس کے لئے قرآن کریم نے اصولی روشنی ڈالی ہے جس سے ہمیں فائدہ اُٹھانا چاہیئے۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے سپرد اللہ تعالیٰ نے قوموں کی زندگی کا کام کیا تھا اور فرمایا کہ تیرے ذریعہ سے قوموں کو نئی زندگی ملے گی۔ حضرت ابراہیمؑ بڑے عاجز مزاج تھے عرض کی ربّ ارنی کیف تحی الموتیٰ کہ اے خدا! مجھے معلوم ہے کہ تُو قوموں کو زندہ کرے گا لیکن کس طرح؟ فرمایا: چار پرندے لے، اپنے سے مانوس کرلے پھر ان کو مختلف سمتوں میں بھیج دے۔ پھر ان کو آواز دے تُو دیکھے گا کہ کس طرح تیری طرف اُڑتے چلے آرہے ہیں۔ یہ نمونہ تھا حضرت ابراہیم علیہ السلام کا۔

حضور نے فرمایا پس ہر مربی، امیر، صدر اور عہدیدار کو چاہیئے کہ جماعت کے بعض افراد کو پکڑلے فَصُرْهُنَّ اِلَيْكَ کے تحت اپنے ساتھ وابستہ کرلے، پیار اور محبّت کے ساتھ ان کی تربیت کرے، ان کے سپرد کام کرے، ان کو دُنیا میں پھیلا دے۔ اِس طرح اپنی توفیق کے مطابق چار، آٹھ، دس کو پکڑے، ان کی تربیت کرے اور انہیں کام پر لگائے۔ اس طرح یہ تعداد بڑھنی چاہیئے۔

حضور نے فرمایا اس کے علاوہ یہ دیکھنا ہے کہ جن کو دعوت الی اللہ کی جاتی ہے اس میں کتنے طبقات ہیں ہر ایک کی طرف توجہ ہے یا نہیں۔ رُخ ایک طرف نہیں ہونا چاہیئے، ہر طبقہ مزاج کے لحاظ

سے یکساں مذہبی نہیں۔ یکساں طور پر ایک نئی دعوت قبول کرنے کے لئے تیار نہیں مختلف اسلوب چاہئیں اس لئے جب آپ کسی نئے طبقے کی طرف توجہ کریں گے اس طبقہ کو ملحوظ رکھ کر نئی محنت کرنی ہوگی۔ اس کے لئے جائزہ لینا ہوگا کہ لٹریچر ہے کہ نہیں، کیسٹس دستیاب ہیں یا نہیں جس طبقہ کی طرف توجہ ہے آپ ان کے حالات کے مطابق اُن سے آگاہ ہیں یا نہیں۔ شہری لوگوں کے علاوہ زمیندار طبقہ کی طرف توجہ کرنا۔ اسی طرح دُنیا میں نظر ڈال کر دیکھیں کہ کیا ہو رہا ہے مثلاً ویتنام کے لوگ شمالی علاقوں کی طرف رُخ کر رہے ہیں ان کی طرف توجہ کریں۔

سیلون کے مہاجرین کی طرف توجہ کریں۔ پھر قیدی ہیں ان کو قید کے دَوران اصلاح کی طرف توجہ ہوتی ہے۔ بیمار لوگ ہسپتالوں میں ہیں غریب لوگ ہیں جن کو کوئی پوچھنے والا نہیں۔ مسافر ہیں جو ایکسیڈنٹ کا شکار ہو جاتے ہیں اگر ایسے تمام طبقوں کی طرف توجہ ہو تو پھر یہ احساس ہوگا کہ مجھے ہر طرف توجہ کرنی چاہیئے۔ جب کسی امیر یا مربّی وغیرہ کے پاس صرف دو چار داعی الی اللہ ہوں گے تو اسے خوف ہوگا کہ مَیں ان دو چار کو سب طبقات کی طرف کیسے استعمال کروں۔ جب وہ کھیت کی طرف توجہ کرے گا تو اسے مزدور چاہئیں ہوں گے۔ راہِ مولیٰ کے مزدور۔ اِس لئے ان سب کی اہم ذمہ داری کسی ملک کے امیر اور اس ملک کے مربّی اور عاملہ کی من حیث المجموع اُسی طرح ذیلی تنظیموں پر عائد ہوتی ہے۔ اگر سب تسلسل سے آگے بڑھیں گے اور نصیحت کو معمولی سمجھ کر اسے نظر انداز کریں گے تو پھر آپ دیکھیں گے کہ اللہ تعالیٰ کس طرح آپ کو پھلوں سے نوازتا ہے۔

اِس ضمن میں حضور نے مکرم عبدالعزیز صاحب آف لاہور رفیق حضرت بانیٔ سلسلہ کے جذبۂ دعوت الی اللہ کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا کہ بعض دفعہ وہ گھر سے سبزی لینے گئے رات بارہ بجے واپس آئے پتہ چلا سبزی لینی شروع کی اور وہیں دعوت الی اللہ شروع کر دی رات کو واپس آئے، خوب مزے سے گھر والوں کو دعوت الی اللہ کے واقعات سُناتے۔

حضورِ انور نے فرمایا کہ اِس طرح حضرت بانیٔ سلسلہ عالیہ احمدیہ کے زمانہ میں احمدیت پھیلی۔ ایسے ساتھی حضرت بانیٔ سلسلہ کو عطا کئے گئے جن کو تن بدن کی ہوش نہ ہوتی تھی۔

حضور نے فرمایا کہ ان یادوں کو، ان رسموں کو زندہ کرنا ہمارا فرض ہے وہ رواج دوبارہ اپنی زندگی کے رواج بنانے ہوں گے تو ہم زندہ قوم بن سکتے ہیں۔

اِس ضمن میں حضور نے جامعہ کے سات سالہ کورس کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا کہ جماعتِ احمدیہ کو یہ کہاں توفیق ہے کہ سات سال تک کورس کا انتظار کرتی رہے اِس لئے کہ اگر عملاً تجربہ میں داخل ہو جائیں تو

لیے علم کی ضرورت نہیں پھر خدا خود مربی ہو جاتا ہے۔ حضرت بانیٔ سلسلہ کے زمانہ میں بھی ایسے لوگ تھے جن کو خدا نے علم سکھایا۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام بھی جب فرعون سے گفتگو کر رہے تھے تو معلوم ہوتا ہے کہ بار بار خدا کی طرف توجہ کرتے تھے چنانچہ خدا نے ان کو سکھایا۔ وہی خدا ہمارا خدا ہے۔ آپ کی بھی ویسی پرورش کرے گا۔ اِس لئے علم کی کمی کا بہانہ کر کے میدان سے نہ بھاگیں جو حصہ اپنا ہے ڈالیں پھر دیکھیں خدا باقی کمی پوری کر دے گا۔

اِس ضمن میں حضور نے کیسٹ کا بالخصوص ذکر فرمایا کہ آڈیو اور وڈیو کیسٹ کا بکثرت استعمال کریں۔ اِس سلسلہ میں جماعتوں میں ابھی کمزوری ہے اِس نظام کو مؤثر اور فعال بنائیں۔

پھر حضور نے فرمایا کہ مَیں تو آپ کو یاد کرواتا رہوں گا۔ ہرگز نہ بھولوں گا مجھے خدا یاد کروا دیتا ہے اور خدا مجھے یاد کرواتا رہے گا۔ میری تو اِس میں زندگی ہے۔ اگر آپ نے غفلت سے اس کو بھلایا تو آپ مجرم ہوں گے۔ پس نہ بھولیں اور نہ بھولنے دیں۔ آج سب سے بڑی ذمّہ داری یہی ہے۔ اب وقت کونسا رہ گیا ہے ہم پہلے ہی بہت پیچھے ہیں۔

آخر میں حضور نے دعا کی طرف خاص طور پر توجہ دلائی کہ ہروقت دعاؤں میں مشغول رہیں۔ اپنے گھر والوں کو دعا کی تحریک کریں۔ اپنے معصوم بچوں کو بھی اس میں شامل کریں۔ اپنا دل اس میں لگا دیں پھر دیکھیں کہ خدا معصوم بچوں کی دعاؤں کو آپ کے ساتھ شامل کر دے گا۔ پس توفیق کے مطابق کام کریں مَیں آپ پر بوجھ نہیں ڈالنا چاہتا کیونکہ خدا بوجھ نہیں ڈالتا لیکن خدا نے آپ کو بوجھ اُٹھانے کی توفیق دی ہے اگر ایسا نہ ہوتا تو آپ کے سپرد یہ عظیم کام نہ کیا جاتا۔

پس محبّت اور پیار کے ساتھ اس طرف توجہ کریں، اپنی زبان کو سلیقہ دیں، اپنے دل کو سلیقہ دیں پھر دیکھیں کہ کس طرح آپ کی دعوت اِلی اللہ کو پھل لگتے ہیں۔ جب اِس طرح کریں گے تو آپ عظیم الشّان کام کر دکھائیں گے۔ اللہ تعالیٰ آپ کو اِس کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین

خلاصہ خطبہ جمعہ فرمودہ ۱۱ ستمبر ۱۹۸۷ء بمقام لندن

تشہّد و تعوّذ اور سورۃ فاتحہ کے بعد حضورِ انور نے فرمایا کہ گذشتہ تین ہفتے یورپ کے ممالک ہالینڈ، جرمنی، سویڈن اور ناروے کے دَورے پر رہا جہاں جماعتوں سے اور انفرادی تفصیلی ملاقات سے یہ امر باعثِ مسرّت ہوا کہ افرادِ جماعت کے خلوص اور اجتماعیت میں اضافہ ہوا ہے اور قربانی کا جذبہ اور دعوت اِلی اللہ کا شوق بھی پہلے سے زیادہ ہے۔

ے

فرمایا: ترقی پر جہاں خدا کا شکر کرنا چاہیئے وہاں ترقی کی اگلی منازل کی طرف بھی نظر رکھنی چاہیئے کیونکہ ترقی کے کسی مقام کو آخری قرار نہیں دیا جاسکتا آخری مقام موت ہے۔

فرمایا: محمد کے نقطۂ نگاہ سے ترقی کی باتیں کرنی چاہئیں لیکن ترقی کے ساتھ ساتھ جو کمزور حصے ہیں اُن پر نظر رکھنی بھی بہت ضروری ہے اور اُن کو دُور کرنے کے لئے اُن کی تلاش بھی کرنی چاہیئے۔

فرمایا: اِس سفر کا جو فائدہ ہؤا وہ یہ ہے کہ اِن ممالک میں جماعت کے حالات کا جائزہ لینے کا موقع ملا ہے۔

حضور نے فرمایا کہ جب تحریکات کی جاتی ہیں تو وقتی طور پر طبیعت میں جوش پیدا ہوتا ہے لیکن یہ جوش بعض دفعہ ساتھ نہیں دیتا اِس لئے اس کو دائم بنانے کے لئے اندرونی قوّت کی ضرورت ہے اور وہ خدا کا تقویٰ ہے۔ سب تحریکات کو دوام بخشنے اور پہلے سے آگے بڑھانے کے لئے تقویٰ کا معیار بلند کرنا چاہیئے۔ تقویٰ میں زندگی کی بڑی عظمتوں کے راز پنہاں ہیں اِس لئے اللہ کے حوالے سے اپنے دل کو طاقت دیں۔

دعوت اِلی اللہ کی سکیم کا ذکر کرتے ہوئے حضور نے بتایا کہ اگرچہ اِس سکیم سے اِنفرادی طور پر بہت فائدہ اُٹھایا گیا ہے لیکن انتظامیہ نے سُستی کی ہے کیونکہ انسان کی فطرت میں یہ بات داخل ہے کہ وہ تذکیر کا محتاج ہے اِس لئے اگر مجالس عاملہ اِس سکیم کو مہینے میں ایک دفعہ ایجنڈے میں رکھتیں تو یہ سُستی نہ ہوتی۔ انتظامیہ کو ایسی باتیں جو مستقل کام کی حیثیت رکھتی ہیں ان کا چارٹ بنا کر اپنے دفتروں میں لٹکا لینا چاہیئے۔

اِس ضمن میں حضور نے امراء اور صدر صاحبان کو خصوصی طور پر توجہ دلائی۔

احمدیت کی ترقی کے امکانات جو اللہ تعالیٰ کے فضل سے بڑھ رہے ہیں ان کا ذکر کرتے ہوئے حضورِ انور نے بتایا کہ عربوں میں حیرت انگیز تبدیلیاں پیدا ہوئی ہیں اور وہ احمدیت میں داخل ہوئے ہیں جن میں تعلیم یافتہ اور غیر معمولی صلاحیّتوں والے لوگ بھی ہیں۔

فرمایا: عربوں کا گروہ ایک قیمتی گروہ ہے اِس لئے جلد سے جلد ان کی غلط فہمیوں کو دُور کریں اور ان کے احسان کا بدلہ اتاریں۔ اسی طرح حضور نے چینی اور ترک لوگوں کا بھی ذکر فرمایا کہ ان کی طرف بھی توجہ کی ضرورت ہے۔ ترک قوم بہت عظیم ہے اور اس کے دینِ حق کا معیار بہت بلند ہے۔

فرمایا: ہمارا کام یہ ہے کہ اُمّتِ محمدیہ کو سنبھالیں اور اس کی تجدیدِ نَو کریں۔ اِس کام کیلئے تمام دُنیا کی مجالسِ عاملہ کو غور کرتے رہنا چاہیئے۔

فرمایا: جب کام زیادہ ہو تو ایسے اختلافات جو جماعتوں میں افتراق پیدا کر دیتے ہیں ان کو ختم کر دینا چاہیئے کیونکہ جب ہم ہر قسم کے اختلافات مٹا دیں گے تو تب اُمّتِ واحدہ بنا سکیں گے۔ اختلاف فطرتِ انسانی کا حصّہ ہے لیکن اُمّتِ محمدیہ کو صرف ایک قسم کا اختلاف کرنے کی اجازت ہے جو سچائی اور رحمت پر مبنی ہو۔ شرافت اور ادب کے اصولوں کے تابع ہو۔ جو نفرتیں پیدا کرنے والا نہ ہو بلکہ ایک دوسرے سے محبّت بڑھانے والا ہو۔

فرمایا: جب غیر قوموں سے مقابلہ ہو تو اختلاف نہ ہونے کے نتیجہ میں ایک مثبت طاقت عطا ہوتی ہے اِس لئے آپس میں یکجہتی بہت ضروری ہے کیونکہ ہمارا غیر قوموں سے مقابلہ ہے اور ہمارے کام مادی طاقتوں سے بڑھ کر ہیں۔

اللہ تعالیٰ اس کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین

خلاصہ خطبہ جمعہ فرمودہ ۱۸ ستمبر ۱۹۸۷ء بمقام لندن

تشہد، تعوّذ اور سورۃ فاتحہ کی تلاوت کے بعد فرمایا:۔ ترقی کے جس دَور میں جماعت داخل ہو رہی ہے اور اگلی صدی کی شاہراہ جن بلند تر منازل کی طرف جماعتِ احمدیہ کو بُلا رہی ہے اس کے نتیجہ میں ترقی کے لئے قوموں کا ابتلاؤں میں سے گزرنا ایک تقدیرِ مبرم ہے اور آج تک کوئی مذہبی جماعت ان مشکلات میں سے گزرے بغیر ترقی کی منازل طے نہیں کر سکی۔

فرمایا: ابتلاء کا دَور جتنا لمبا ہوگا اُسی کی نسبت سے خدا کے فضل ضرور نازل ہوں گے۔

فرمایا: مذہبی دُنیا میں ترقیات زندگی کے آخری سانس تک ہمارے لئے مقدّر ہیں اور کوئی ترقی ایسی نہیں جو مُفت مل سکے ہر ترقی کے لئے محنت کرنی پڑتی ہے اور کچھ صَرف کرنا پڑتا ہے یہ ایک سائنٹیفک اصول ہے جس میں کوئی استثناء آپ نہیں دیکھیں گے۔ اگر جماعتِ احمدیہ میں سے کسی کو یہ خیال ہو کہ یہ ابتلاء کا دَور لمبا ہوتا چلا جا رہا ہے یا ایک جگہ کی بجائے دوسری جگہوں پر بھی ابتلاء شروع ہو گئے ہیں تو اس کے نتیجہ میں اس کے دل میں خوف اور مایوسی پیدا نہیں ہونی چاہیئے کیونکہ ایسے ابتلاء ساری مذہبی تاریخ گواہ ہے کہ مزید بلند تر منازل کی طرف لے جانے والے ہؤا کرتے ہیں۔ لامذہب کے ابتلاء بعض دفعہ ان کو ہلاک کر دیتے ہیں لیکن باخدا مذہبی قوموں کے ابتلاء ان کو کبھی ہلاک نہیں کیا کرتے۔ لازماً بلا استثناء ہمیشہ ہر ابتلاء کے بعد وہ نئی قوّت، نئی شان، نئی زندگی کے ساتھ باہر نکلتے ہیں۔ پس اِس امر کو سامنے رکھ کر ابتلاء پر نظر کریں اور

ان کے مقابلہ کی کوشش کریں لیکن مایوسی کی کوئی وجہ نہیں۔

بنگلہ دیش میں برہمن بڑیا اور اس کے ماحول میں جماعتِ احمدیہ کے افراد پر مولویوں نے جو شدید مظالم کئے ہیں ان کا بڑی تفصیل سے ذکر فرمایا اور بتایا کہ پاکستان اور یہاں کے حالات میں فرق ہے۔ پاکستان میں کلمہ پڑھنے سے روکا جا رہا ہے اور کہا جاتا ہے کہ جب تک کلمے سے باز نہیں آؤ گے ہم تمہیں مارتے جائیں گے۔ بنگلہ دیش میں مخالف یہ سمجھتے ہیں کہ ہم کلمہ نہیں پڑھتے اِس لئے وہ کلمہ پڑھانے کے لئے مارتے ہیں اور جب کلمہ پڑھ کر سُناتے ہیں تو کہتے ہیں کہ اس کے ساتھ حضرت بانیٔ سلسلہ عالیہ احمدیہ کا انکار بھی کرو لیکن ایسا کوئی واقعہ نہیں ہوُا کہ کلمہ پڑھنے کے نتیجہ میں سزا ملی ہو۔ دراصل حضرت اقدس بانیٔ سلسلہ عالیہ احمدیہ سے انکار کروانے کے لئے ایسے مظالم ڈھائے جا رہے ہیں۔

اِن مظالم کے نتیجہ میں جو ارتداد کے واقعات ہوئے ہیں اُن کا ذکر کرتے ہوئے حضور نے فرمایا: خدا تعالیٰ کی رحمت اور اس کی تائید کا ہاتھ جماعت کے ساتھ اتنا واضح اور کھُلا ہے اور اس طرح بار بار ظاہر ہوتا ہے کہ اس کے بعد کوئی بہت ہی بدنصیب انسان ہوگا جو خدا تعالیٰ کے وعدوں پر شک کرے۔ اِس لئے ہمیں تو کوئی شک نہیں کہ لازماً پہلے سے بڑھ کر انفرادی قوّت بھی جماعت کو نصیب ہوگی اور رُوحانی قوّت بھی نصیب ہوگی اور اخلاقی لحاظ سے بھی جماعت بہت ترقی کرے گی لیکن صرف یہ امید ہی کافی نہیں بلکہ اِس امّید کے ساتھ ہمیں اپنی کوششوں کو پہلے سے زیادہ تیز کرنا چاہیئے۔ ہر ٹھوکر کے بعد اپنی رفتار کو تیز کرنا چاہیئے اور ہر تکلیف کے بعد یہ سوچنا چاہیئے کہ آئندہ ایسی تکلیف کی راہ کیسے بند کرنی چاہیئے اِس لئے جہاں جہاں بھی جماعت میں ارتداد ہوُا ہے یا کمزوریاں دکھائی گئی ہیں وہاں کی انتظامیہ کو بحیثیت ملک سارے ملک کی انتظامیہ کو آئندہ کے لئے جماعتی حفاظت کے لئے بہتر سامان پیدا کرنے چاہئیں اور سب سے بہتر روحانی حفاظت کا سامان نیکیوں کی عادت ڈالنے سے ہوُا کرتا ہے نصیحت سے اتنا حفاظت کا سامان نہیں ہوتا جتنا نیکیاں کرنے سے۔ سب سے زیادہ ابتلاء میں انسان کی حفاظت کرنے والی چیز اُس کی وہ نیکیاں ہیں جو پہلے سے جاری ہوں اور ان نیکیوں کو ابتلاء میں نئی جِلاء ملتی ہے اور اندر سے کھایا ہوُا وجود جو ہے اس کا کھوکھلا پن ظاہر ہو جاتا ہے اِس لئے ہمیں اس جہت سے جماعتوں کا پروگرام بنانا چاہیئے کہ جہاں جہاں یہ ابتلاء کے بادل ہیں وہاں خصوصیت کے ساتھ جماعت کی اخلاقی اور روحانی ترقی کی طرف توجہ دینی چاہیئے۔ اگر نمازوں میں کمزوری ہے تو نمازوں پر قائم کیا

جائے۔ اگر مالی قربانی میں کمزوری ہے تو مالی قربانی میں قدم آگے بڑھایا جائے۔ اگر نظریاتی لحاظ سے علم کی کمی ہے تو وہ کمی پوری کرنی چاہیئے۔ جہاں بھی دشمن حملہ کرے اس کی جوابی کارروائی ٹھنڈے دماغ کے ساتھ طے ہونی چاہیئے۔

ساری دُنیا کی جماعتوں کے ردِّ عمل کے طور پر سب سے پہلے حضورِ انور نے دعا کی طرف توجّہ دلائی اور فرمایا کہ جہاں تک ہمارا بس چلتا ہے دشمن کے حملہ کے لئے جوابی کارروائیاں کی جاتی ہیں لیکن ایسے مواقع پر ساری انسانی کوششیں بے کار جاتی ہیں۔ ہم کوشش خدا کے حکم کے نتیجہ میں کرتے ہیں اور اس لئے کرتے ہیں کہ ہم خدا کے قانون سے بالا نہیں ہیں لیکن ہمیشہ مسائل دعا سے حل ہوتے ہیں۔ جب ساری کوششیں بالکل بے کار ہو جاتی ہیں اور جب گویا پتھر کی دیوار سامنے ہو کہ کوئی رستہ دکھائی نہ دے اُس وقت ایک ہی گر ہے جو کارگر ہوتا ہے اور وہ دعا ہے۔ ایک ہی ہتھیار ہے جو ان روکوں کو توڑ دیتا ہے۔ پاش پاش کر دیتا ہے اور وہ دعا کا ہتھیار ہے اور اس وقت جو خدا کی قدرت ظاہر ہوتی ہے اور جس رنگ میں ظاہر ہوتی ہے اِس لئے جماعتِ احمدیہ کو سب سے پہلے دعا کی طرف متوجہ کرتا ہوں کیونکہ یہ مسائل دعا کے بغیر حل نہیں ہوں گے۔ ابتلاء کے دَور کے ساتھ رحیمیّت کا تعلق ہے اور اس کے لئے ہمیں مانگنا پڑے گا بن مانگے نہیں ملے گا۔ اپنے نیک اعمال کے ذریعہ سے مانگنا، زبان اور دل کے ذریعہ سے مانگنا ہو گا۔ جس رنگ کی عاجزی میں مانگ سکتے ہیں مانگیں پھر دیکھیں کہ اللہ تعالیٰ کس طرح ان خطرناک راستوں سے امن کے ساتھ گزارتا ہے۔

دوسری بات یہ ہے کہ جہاں جس قسم کی مخالفانہ کوشش ہو اس کے جواب میں ساری دُنیا کی جماعتیں ہر جگہ اپنے معیار کو بڑھا دیں اور پہلے سے زیادہ نیکیاں اختیار کریں۔ اگر عبادت گاہیں توڑی جا رہی ہیں تو وہ بننی چاہئیں۔ اگر غرباء کے گھر برباد کئے جا رہے ہیں تو غرباء کے گھروں کی طرف توجہ کرنی چاہیئے۔ یعنی جس رنگ میں دشمن ظلم کرتا ہے اس کی جوابی کارروائی براہِ راست ساری دُنیا کی جماعت کر سکتی ہے۔ بنگلہ دیش میں خصوصیّت کے ساتھ بیوت الذکر پر حملہ ہؤا ہے اور غرباء کے گھروں اور ان کی تجارتوں پر حملہ ہؤا ہے اِس لئے ہمیں اس کے ردِّ عمل کے طور پر دو طرح سے اپنی بعض نیکیوں کو خصوصیّت کے ساتھ آگے بڑھانا چاہیئے۔

اوّل بیوت الذکر سے تعلق بڑھانا چاہیئے۔ ان کی صفائی اور زینت کی طرف توجہ کرنی چاہیئے جہاں مراکزِ نماز نہیں ہیں اور جماعتیں ہیں وہاں وہ بننے چاہئیں اور ان کی تعداد میں غیر معمولی اضافے کی ضرورت ہے۔

دوم غرباء کے گھر لُوٹے جا رہے ہیں تو غرباء کی طرف توجہ کریں۔ ان کی مصیبتیں دُور کرنے کی کوشش کریں۔

حضورِ انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے ان دو امور کی طرف خصوصیت سے توجہ دلائی اور فرمایا جہاں عبادت گاہوں کو نقصان پہنچا ہے ان کی تعمیر میں بھی حسبِ توفیق حصّہ لینا چاہیئے۔ جن احباب نے صد سالہ جوبلی میں بقائے ادا کرنے ہیں یا کسی بڑی تحریک کے بقایا دار ہیں وہ سوائے اس کے کہ تبرک کے طور پر معمولی سا حصّہ لیں پہلے اپنے بقائے ادا کریں پھر اس تحریک میں حصّہ لیں۔ عبادت گاہوں کی تعمیر کے لئے جن پر دشمن حملہ آور ہے اپنی طرف سے حضورِ انور نے ایک ہزار پونڈ دینے کے وعدہ کا اعلان فرمایا۔

تحریک بیوت الحمد کی طرف بھی دوبارہ توجہ دلائی اور بتایا کہ سو مکانوں کی تعمیر کے لئے جو تحریک کی تھی اس میں جماعت نے بڑی قربانی سے حصّہ لیا ہے لیکن ابھی اور خرچ کی ضرورت ہے کیونکہ جزوی طور پر بہت خرچ ہؤا ہے اس لئے اس تحریک میں حضور نے اپنی طرف سے ایک مزید مکان کا خرچ دینے کے وعدہ کا اعلان فرمایا اور احباب کو تحریک فرمائی کہ جن کو یہ توفیق ہے کہ وہ ایک مکان کا خرچ پیش کر سکیں ان کو بھی اجازت ہے لیکن شرط یہ ہے کہ صد سالہ جوبلی کے بقایا دار نہ ہو اور بیوت الحمد کی تحریک کے بھی بقایا دار نہ ہوں۔

تیسرے نمبر پر شُدھی کی جوابی کارروائی کے لئے ساری دُنیا کی جماعتوں کو شامل ہونے کی دعوت دی۔ فرمایا: واقفینِ زندگی کا آگے آنا، اس کا تعلق تو صرف ہندوستان سے ہے لیکن مالی امداد دینا ساری دُنیا کی جماعتوں کا کام ہے کیونکہ اس کام کے لئے جو مطالبات آ رہے ہیں اس ضمن میں بیرونی جماعتوں کی طرف سے مالی امداد ہونی چاہیئے۔ حضور نے اپنی طرف سے اس تحریک میں بھی ایک ہزار پونڈ کا وعدہ فرمایا اور فرمایا کہ جو صاحبِ استعداد ہیں اور بقایا دار نہیں ہیں وہ بھی اس تحریک میں حصّہ لیں۔ تبرک کے طور پر اگر کوئی بقایا دار اس تحریک میں حصّہ لینا چاہتا ہے تو وہ بھی لے سکتا ہے۔

فرمایا: یہ وہ جوابی کارروائی ہے جو بنگلہ دیش کی کارروائی کے نتیجہ میں پروگرام کے طور پر جماعتِ احمدیہ کو دی جا رہی ہے۔

خلاصہ خطبہ جمعہ فرمودہ ۲۵ ستمبر ۱۹۸۷ء بمقام لندن

تشہد، تعوّذ اور سورۃ فاتحہ کے بعد حضورِ انور نے سورۃ النّساء کی درج ذیل آیت کی تلاوت فرمائی:۔

وَ اِذَا جَآءَهُمْ اَمْرٌ مِّنَ الْاَمْنِ اَوِ الْخَوْفِ اَذَاعُوْا بِهٖ ؕ وَلَوْ رَدُّوْهُ اِلَى الرَّسُوْلِ وَ اِلٰۤى اُولِى الْاَمْرِ مِنْهُمْ لَعَلِمَهُ الَّذِيْنَ يَسْتَنْۢبِطُوْنَهٗ مِنْهُمْ ؕ وَلَوْلَا فَضْلُ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ وَرَحْمَتُهٗ لَاتَّبَعْتُمُ الشَّيْطٰنَ اِلَّا قَلِيْلًا ۝

اس کی روشنی میں بتایا کہ دُنیا میں بنیادی طور پر ہر بیماری کے بیج ہمیشہ موجود رہتے ہیں لیکن اس کا نتیجہ یہ نہیں کہ ہر بیماری ہر انسان کو لاحق ہو بلکہ جو کمزور ہوتے ہیں جن میں دفاع کی طاقت کم ہوتی ہے وہ بیماری کا شکار ہو جاتے ہیں اور بیماری کو منظر عام پر لانے کے لئے بہت سے امور ہیں۔

فرمایا: مذہبی دُنیا میں بھی یہی نقشہ نظر آتا ہے اور جس طرح دُنیا کے اہل علم بیماری سے حفاظتی اقدامات سے متعلق بتاتے ہیں اسی طرح قرآن کریم روحانی امراض سے شفاء کی کتاب ہے جس نے بیماری میں مبتلا ہونے سے پہلے ہر قسم کے احتمالات سے متنبّہ کر دیا ہے اور ہر رُوحانی مرض پر روشنی ڈالی ہے۔

فرمایا: اِس آیت میں ایک ایسی بیماری کا ذکر ہے جو قوم کو مایوس کرنے والی ہے اور شدید خطرات اور ابتلاؤں کے وقت اگر کسی قوم کو یہ بیماری ہو تو جیتی جاگتی قوم بھی ہلاک ہو جاتی ہے اور وہ خاص بیماری یہ ہے کہ بعض لوگ سادگی سے اِس بات کے عادی ہوتے ہیں کہ جو بات سُنی آگے پہنچا دی۔ اللہ فرماتا ہے کہ اگر تم مومن کی بات بھی سُنو تو اس کو ان لوگوں تک پہنچاؤ جن کے سپرد انتظام ہے۔ معاملہ کی باگ ڈور جن کے ہاتھ میں ہے۔

فرمایا: بعض لوگ شرارت اور بدی کی نیت سے باتیں پھیلاتے ہیں اس کا ذکر بھی قرآن کریم میں ہے اور اس مضمون کا اِس آیت سے گہرا تعلق ہے۔ بے خیالی سے اور سادگی سے باتیں کرنے والوں کو بھی ذمّہ داری سے مبرّا قرار نہیں دیا گیا کیونکہ وہ شریر دشمن کا ذریعہ بن جاتے ہیں اور یہ عادت مجرمانہ ہے جو شر کو پھیلانے کا موجب ہے۔

حضور نے اِسی ضمن میں غیبت کی بیماری کا ذکر فرمایا اور اس کے خطرناک نتائج سے آگاہ کرتے ہوئے فرمایا کہ جن قوموں میں یہ بیماریاں آ جائیں وہ ہلاکت کی طرف بڑھنا شروع ہو جاتی ہیں اس لئے مَیں جماعتِ احمدیہ کو متنبّہ کرتا ہوں اور اس کی اوّل ذمّہ داری اہلِ ربوہ کی ہے کیونکہ جب سے ربوہ بنا ہے دشمن بعض لوگوں کو جھوٹی باتیں پھیلانے کے لئے خریدتا ہے اور وہ بزرگوں پر الزام لگاتے ہیں اور وہ جھوٹی افواہیں پھیلاتے ہیں جس سے کمزور لوگوں میں بیماری پیدا ہو جاتی ہے۔

فرمایا: قرآن کریم کی تعلیم پر عمل کرنے سے یہ بیماری نہیں پھیل سکتی اِس لئے جب کوئی بات

سُنو تو تمہارا فرض ہے کہ جس کے سپرد نظام ہے اُن تک اس بات کو پہنچاؤ۔ ہر احمدی اپنے آپ کو پابند کرلے کہ ایسی بات کرنے والا جو افواہ کا رنگ رکھتی ہو، خواہ کوئی بھی ہو، جس کا اس کی ذات یا مخاطب کی ذات سے کوئی بھی تعلق نہ ہو تو اس کو افسرانِ بالا تک پہنچائے تو یہ بیماری ہرگز نہیں پھیل سکے گی۔

نصیحت کے طور پر فرمایا کہ اِس عادت کو فطرتِ ثانیہ بنالیں اور غیبت کے خلاف چوکس ہو کر ہمیشہ نگران رہیں کیونکہ یہ قومی نقصانات کا موجب بنتی ہے۔

فرمایا: دشمن جو غیبت پھیلانے سے مومنوں کے حوصلے کم کرنا چاہتا ہے اُس کو یہ معلوم ہونا چاہیئے کہ اللہ تعالیٰ بالآخر محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور آپ کے ماننے والوں کو ہی غلبہ عطا فرمائے گا اور وہ ایسی طاقت پا جائیں گے کہ تم کو سزا دیں گے۔ اِس وقت میرے مخاطب وہ مومن ہیں جو اِس بیماری میں مبتلاء ہو جاتے ہیں۔

فرمایا: غلبہ کی پیشگوئی بے شک ہے لیکن ان بیماریوں کے نتیجہ میں جو سوسائٹی میں بے چینی اور دُکھ پیدا ہوتا ہے وہ بہت ناقابلِ برداشت ہے۔

فرمایا: غلبہ کی پیشگوئی تو دشمن کو بتانے کے لئے ہے اور مومن کے لئے یہ تنبیہہ ہے کہ ایک صحت اور توانائی کا رستہ ہے اور ایک رستہ یہ ہے کہ تم گھسٹ گھسٹ کر منزل تک پہنچو۔ تم نے کونسا رستہ اختیار کرنا ہے۔ ہر قدم پر لطف اُٹھاتے ہوئے منزلِ مقصود تک پہنچنا ہے یا تکلیف کے ساتھ۔

فرمایا: قرآن کریم کی تعلیم کو توجہ کے ساتھ سُنا کریں اور اس پر عمل کیا کریں اِس لئے ہر سُننے والے کو مَیں پابند کرتا ہوں کہ اگر وہ مجھے افواہوں کی اطلاع نہیں کرتا تو وہ میری بات کا انکار کرتا ہے اور قرآن کریم کی تعلیم کی حکمت کو نہیں سمجھتا۔ اللہ تعالیٰ ہمیں صحت مند وجود کی طرح بیماریوں کے خلاف دفاع کرنے کی اہلیت پیدا کرنے والا بنائے۔

درسِ حدیث

آنحضرت صلّی اللہ علیہ وسلم کی نماز

(محترم صاحبزادہ مرزا انس احمد صاحب ایم۔اے۔ایم لٹ (آکسن)

(۱)

اللہ تعالیٰ قرآن شریف میں فرماتا ہے:۔
قُلْ اِنَّ صَلَاتِیْ وَنُسُکِیْ وَمَحْیَایَ وَمَمَاتِیْ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ (انعام ۱۶۳)

اے محمد مصطفیٰؐ آپ یہ اعلان کر دیں کہ میرا خدا جو میرے ظاہر و باطن کو جانتا ہے جو میرے دل کی حالت سے واقف ہے وہ کہتا ہے کہ میں تم سب کو یہ بتا دوں کہ میری نماز اور میری قربانیاں اور میرا مرنا اور میرا جینا سب اللہ کے لئے ہے جو ربّ العالمین ہے۔

حضرت علیؓ نے حضورؐ کی طبیعت کے بارہ میں سوال کیا تو حضورؐ نے انہیں ایک لمبا جواب دیا جس میں اللہ سے اپنی محبت کی کیفیات کا ذکر تھا اور جواب کے آخر میں فرمایا وَقُرَّۃُ عَیْنِیْ فِی الصَّلٰوۃِ میرا حال کیا پوچھتے ہو میرا تو حال یہ ہے کہ میری آنکھوں کو ٹھنڈک ملتی ہے میری رُوح کو سکون ملتا ہے تو اُن لمحات میں جن میں مَیں اپنے مولیٰ کے حضور نماز کے لئے کھڑا ہوتا ہوں۔

(الشفاء قاضی عیاض)

ہر لمحہ نماز کا انتظار رہتا تھا۔ ہر وقت طبیعت نماز کے لئے بے چین رہتی تھی۔ دل مسجد میں ہی پڑا ہوُا تھا۔ حضرت بلالؓ کو فرمایا کرتے تھے:۔

"یَا بِلَالُ اَرِحْنَا بِالصَّلٰوۃِ" (مسند احمد بن حنبل ج ۵ حدیث نمبر ۳۶۴۔ زاد المعاد ج ۱ صـ۲۶۵)

اے بلالؓ نماز کی اطلاع کر کے ہمیں ہماری خوشیاں پہنچاؤ۔

نماز کے لئے اس بے چینی کا اندازہ حضرت عائشہؓ کی ایک حدیث سے ہوتا ہے:۔

• عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ فَقَدْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ذَاتَ لَيْلَةٍ فَظَنَنْتُ اَنَّهُ ذَهَبَ اِلٰى بَعْضِ نِسَائِهٖ فَتَجَسَّسْتُهُ فَاِذَا هُوَ رَاكِعٌ اَوْ سَاجِدٌ يَقُوْلُ سُبْحٰنَكَ وَبِحَمْدِكَ لَا اِلٰهَ اِلَّا اَنْتَ[1] (وَهُوَ يَقُوْلُ اَللّٰهُمَّ اغْفِرْ لِيْ مَا اَسْرَرْتُ وَمَا اَعْلَنْتُ)[2] فَقُلْتُ بِاَبِيْ وَ اُمِّيْ اِنَّكَ لَفِيْ شَانٍ وَاِنِّيْ لَفِيْ شَانٍ اٰخَرَ۔

شروع رات کا وقت ہے۔ وہ وقت ہے جس میں آپؐ تہجد کے لئے ابھی نہیں اُٹھے ہوتے تھے حضرت عائشہؓ کی آنکھ کھلتی ہے وہ آپؐ کو اپنے بستر پر نہیں پاتیں۔ وہ کہتی ہیں " ایک رات (میری آنکھ کھلی) تو مَیں نے حضورؐ کو اپنے بستر پر نہ پایا۔ مجھے خیال آیا کہ حضورؐ مجھے چھوڑ کر کسی اور بیوی کے پاس چلے گئے ہیں۔ پھر مَیں حضورؐ کو تلاش کرنے لگی تو کیا دیکھتی ہوں کہ حضورؐ (نماز میں) رکوع میں ہیں (یا شاید آپؐ اُس وقت سجدہ کر رہے تھے) اور یہ دعا کر رہے تھے کہ اے اللہ تُو اپنی تمام تعریفوں کے ساتھ ہر قسم کی بزرگی کا حامل ہے (تُو میرا رب ہے) تیرے سوا اور کوئی عبادت کے لائق نہیں۔ اور آپؐ یہ بھی کہہ رہے تھے کہ اے اللہ جو کچھ مَیں لوگوں سے چھپ کر کرتا ہوں اور جو کچھ مَیں ان کے سامنے کرتا ہوں ان میں سے میرے ہر عمل کو اپنی رحمت اور مغفرت سے ڈھانپ لے۔ حضرت عائشہؓ کہتی ہیں کہ مَیں نے حضورؐ کو جب (نماز میں) اس طرح اپنے مولیٰ کے حضور دعا کرتے دیکھا تو مجھے اپنی حالت پر افسوس ہوا اور مَیں نے دل ہی دل میں کہا کہ تم کیا سمجھ بیٹھیں خدا را ان کی تو شان ہی کچھ اور ہے۔

معاویہ بن حکم (سلمیٰ) کہتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مجھے اسلام کی باتیں سکھائیں اور مجھ سے فرمایا:۔

اِنَّمَا الصَّلٰوةُ لِقِرَاءَةِ الْقُرْاٰنِ وَذِكْرِ اللّٰهِ جَلَّ وَعَزَّ فَاِذَا كُنْتَ فِيْهَا فَلْيَكُنْ ذَالِكَ شَانُكَ۔

(ابوداؤد کتاب الصلاۃ باب تشمیط العاطس فی الصلاۃ ج ا حدیث نمبر ۹۳۰)

---

[1] نسائی کتاب عشرۃ النّساء باب الغیرہ

[2] نسائی کتاب الصّلاۃ باب الدعاء فی السّجود

نماز تو اس لئے ہوتی ہے کہ اس میں قرآن پڑھا جائے اور اللہ کا ذکر کیا جائے اس کی ثنا کی جائے اس سے دعائیں مانگی جائیں۔ پس جب تُو نماز پڑھے تو تیرا حال بھی یہ ہونا چاہیئے کہ تُو اس میں قرآن پڑھے (یعنی قیام کے وقت) اور اللہ کو یاد کرے اس کی تسبیح کرے اور اس سے دعائیں مانگے۔

حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ حضورؐ نے فرمایا:۔

اَقْرَبُ مَا يَكُوْنُ الْعَبْدُ مِنْ رَبِّهٖ وَهُوَ سَاجِدٌ فَاَكْثِرُوْا مِنَ الدُّعَاءِ

(ابوداؤد کتاب الصلاۃ باب الدعاء فی الرکوع والسجود)

کہ بندہ سب سے زیادہ خدا کے قریب اس حالت میں ہوتا ہے کہ وہ اس کے حضور سجدہ ریز ہو۔ پس تم سجدہ میں بہت دعائیں کیا کرو۔

حضرت ابن عباسؓ سے روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:۔

نُهِيْتُ اَنْ اَقْرَاَ رَاكِعًا اَوْ سَاجِدًا فَاَمَّا الرُّكُوْعُ فَعَظِّمُوا الرَّبَّ فِيْهِ وَاَمَّا السُّجُوْدُ فَاجْتَهِدُوْا فِي الدُّعَاءِ فَقَمِنٌ اَنْ يُّسْتَجَابَ لَكُمْ۔ (ایضاً)

فرمایا کہ مجھے (خدا کی طرف سے) منع کیا گیا ہے کہ مَیں رکوع اور سجدہ میں قرآنی آیات پڑھوں۔ پس رکوع میں تم خدا تعالیٰ کی عظمت بیان کیا کرو اور اپنے سجدوں میں بہت زیادہ دعا کرنے کی کوشش کرو۔ اس حالت میں دعا کرو گے تو تم اس کے بہت قریب ہو گے کہ تمہاری دعاؤں کو خدا کے حضور میں قبول کیا جائے۔

حضورؐ کی اپنی نماز کی بھی یہی کیفیات تھیں لیکن بہت شان کے ساتھ قیام میں خاص طور پر نفلی نمازوں میں لمبی تلاوت فرماتے رکوع میں بندگی کرتے اللہ تعالیٰ کی عظمت بیان فرماتے۔ سجدوں میں لمبی دعائیں کرتے کثرت سے دعائیں کرتے۔ بہت سی دعائیں کرتے۔ حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے:۔

كَانَ يَقُوْلُ فِيْ سُجُوْدِهٖ "اَللّٰهُمَّ اغْفِرْلِيْ ذَنْبِيْ كُلَّهٗ دِقَّهٗ وَجِلَّهٗ وَاَوَّلَهٗ وَاٰخِرَهٗ وَعَلَانِيَتَهٗ وَسِرَّهٗ۔

(ابوداؤد کتاب الصلاۃ باب فی الدعاء فی الرکوع والسجود)

کہ آپؐ اپنے سجدہ میں یہ دعا کیا کرتے تھے اے اللہ میری کمزوریوں کو اپنی رحمت اور مغفرت سے ڈھانپ لے۔ تمام کی تمام کو ڈھانپ لے خواہ چھوٹی ہوں یا بڑی۔ شروع کی ہوں یا بعد کی۔ ظاہری ہوں یا چھپی ہوئی۔

(۲)

عَنْ يَزِيْدَ بْنِ خُمَيْرٍ قَالَ سَمِعْتُ عَبْدَ اللّٰهِ ابْنَ اَبِيْ قَيْسٍ يَقُوْلُ: قَالَتْ

عَائِشَةُ لَاتَدَعْ قِيَامَ اللَّيْلِ فَإِنَّ رَسُوْلَ اللهِ كَانَ لَا يَدَعُهُ وَكَانَ إِذَا مَرِضَ أَوْكَسِلَ صَلَّى قَاعِدًا۔

(ابوداؤد کتاب الصلاۃ باب قیام اللّیل حدیث نمبر ۱۳۰۷)

یزید بن خمیر سے روایت ہے وہ کہتے ہیں کہ مَیں نے عبداللہ بن ابی قیس کو کہتے سُنا وہ کہا کرتے تھے کہ حضرت عائشہ رض فرمایا کرتی تھیں تہجّد کی نماز نہ چھوڑا کرو کیونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اس کو نہیں چھوڑتے تھے۔ اگر بیمار ہوتے یا تھکاوٹ کی وجہ سے سُستی محسوس کرتے تو تہجّد بیٹھ کر بھی پڑھ لیا کرتے۔

عَنْ زِيَادَةَ قَالَ سَمِعْتُ الْمُغِيْرَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ يَقُوْلُ إِنْ كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَيَقُوْمُ لِيُصَلِّيَ حَتّٰى تَرِمُ قَدَمَاهُ أَوْسَاقَاهُ فَيُقَالُ لَهُ فَيَقُوْلُ أَفَلَا أَكُوْنُ عَبْدًا شَكُوْرًا۔

(بخاری کتاب الصلاۃ باب قیام النّبی حتّٰی ترم قدماہ شرح کرمانی مصری حدیث ۱۰۶۷)

زیادہ سے روایت ہے وہ کہتے ہیں کہ مَیں نے مغیرہ بن شعبہ کو کہتے سُنا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم تہجّد کی نماز میں اتنا لمبا قیام فرماتے تھے کہ حضورؐ کے قدم مبارک زیادہ کہتے ہیں یا شاید مغیرہ نے کہا کہ حضورؐ کی پنڈلیاں کھڑے کھڑے متورم ہو جاتی تھیں تو حضورؐ سے عرض کیا جاتا کہ حضورؐ ایسی مشقت کیوں برداشت کرتے ہیں اتنی لمبی نماز کیوں پڑھتے ہیں تو حضورؐ جواب دیتے کہ کیا مَیں اللہ کا شکر گزار بندہ نہ بنوں۔

عَنِ الْأَسْوَدِ ابْنِ يَزِيْدَ أَنَّهُ دَخَلَ عَلٰى عَائِشَةَ فَسَأَلَهَا عَنْ صَلَاةِ رَسُوْلِ اللهِ بِاللَّيْلِ فَقَالَتْ كَانَ يُصَلِّيْ ثَلَاثَ عَشْرَةَ رَكْعَةً مِنَ اللَّيْلِ ثُمَّ إِنَّهُ صَلَّى إِحْدٰى عَشْرَةَ رَكْعَةً وَتَرَكَ رَكْعَتَيْنِ ثُمَّ قُبِضَ حِيْنَ قُبِضَ وَهُوَ يُصَلِّيْ مِنَ اللَّيْلِ تِسْعَ رَكْعَاتٍ (وَكَانَ) اٰخِرَ صَلَاتِهِ مِنَ اللَّيْلِ الْوِتْرَ۔

(ابوداؤد کتاب الصلاۃ باب فی الصلاۃ اللّیل حدیث نمبر ۱۳۶۳)

اسود بن یزید سے روایت ہے وہ کہتے ہیں کہ مَیں حضرت عائشہ رض کی خدمت میں حاضر ہوا اور مَیں نے آپ سے حضورؐ کی تہجّد کے بارہ میں سوال کیا (کہ حضورؐ کتنی رکعات تہجّد میں پڑھتے تھے) تو انہوں نے جواب دیا کہ شروع میں حضورؐ تیرہ رکعات پڑھا کرتے تھے بعد میں پھر حضورؐ نے دو رکعات چھوڑ دیں اور گیارہ رکعات پڑھنے لگے لیکن زمانہ وفات کے قریب حضورؐ کا معمول یہ تھا جو

وفات تک جاری رہا کہ حضورؐ ۹ رکعات پڑھا کرتے تھے۔ انہوں نے یہ بھی بتایا کہ حضورؐ تہجد کی نماز کو آخر میں وتر کیا کرتے تھے۔

خالد جہنی سے روایت ہے وہ کہتے ہیں کہ حضورؐ پہلی دو رکعتیں تحیۃ الصلوٰۃ کے طور پر ہلکی پڑھتے تھے پھر بعد کی دو رکعتیں بہت لمبی پڑھتے تھے اور اس کے بعد حضورؐ بقیہ نماز اس طرح پڑھتے تھے کہ ہر بعد کی دو رکعات پہلی دو رکعات سے کم لمبی ہوتی تھیں اور آخر میں اپنی نماز کو ایک رکعت پڑھ کر وتر کیا کرتے تھے۔ بعض روایات میں یہ بھی آتا ہے کہ جب شروع کی دو ہلکی رکعات نہ پڑھتے تو وتر کے بعد فجر کی رکعات سے پہلے دو رکعت بیٹھ کر مختصر پڑھتے۔ جب حضورؐ کا قیام لمبا ہوتا تو اُسی نسبت سے رکوع اور سجود اور ان کے درمیان قیام اور قعود بھی لمبا ہوتا اور سجدہ اتنا لمبا فرماتے کہ جتنے وقت میں عام قاری ۵۰ آیات پڑھتا ہے۔ حضرت عبداللہ بن عبّاس کہتے ہیں کہ حضورؐ جب تہجّد کے لئے اُٹھتے تو نیند دُور کرنے کے لئے مُنہ پر ہاتھ پھیرتے پھر آلِ عمران کی آخری دس آیات تلاوت فرماتے پھر وضو کرتے اور نماز کے لئے کھڑے ہو جاتے۔ وہ کہتے ہیں کہ حضورؐ نصف رات گذرنے پر یا ذرا پہلے یا اس کے ذرا بعد نمازِ تہجّد شروع کرتے (بعض روایات میں یہ بھی آتا ہے کہ بعض دفعہ آپؐ نے دو تہائی رات گذرنے کے بعد نماز شروع کی) صبح کے قریب ایک رکعت وتر پڑھ کر نماز مکمل کر لیتے اور پھر فجر کی دو سُنّتیں ہلکی ادا کرتے اور لیٹ جاتے اور جب نماز کی اطلاع دی جاتی تو مسجد میں نماز کے لئے تشریف لے جاتے بعض دفعہ ایسا بھی کیا ہے کہ تہجّد کے بعد لیٹ گئے ہیں اور پھر اُٹھ کر فجر کی رکعتیں ادا کی ہیں۔ یہ بھی روایات میں آتا ہے (غالباً سردیوں کی لمبی رات میں ایسا کرتے ہوں گے) کہ تہجّد کے لئے اُٹھتے دو لمبی رکعات پڑھ کر کچھ دیر کے لئے سو جاتے پھر اُٹھ کر دو رکعات پڑھتے پھر سو جاتے اور اسی طرح وقفہ وقفہ سے نماز مکمل کرتے۔ نماز میں تلاوت بالجہر کرتے لیکن آواز بہت زیادہ بلند نہیں کرتے تھے بلکہ اتنی آواز بلند ہوتی تھی کہ اگر حجرہ میں کوئی موجود ہو تو سُن لے۔ عام معمول یہی تھا کہ دو دو رکعات کر کے نماز ادا کرتے اور آخر میں ایک رکعت وتر پڑھتے لیکن اس کے علاوہ بھی طریق اختیار کئے۔

۱ ۔ آٹھ رکعات دو دو کر کے پڑھیں اور پھر آخری پانچ رکعات مسلسل پڑھیں اور صرف ایک دفعہ تشہّد میں بیٹھے یعنی آخری رکعت میں جب سلام پھیرا۔ (مسلم ۔ حضرت عائشہؓ)

۲ ۔ ۹ رکعات مسلسل پڑھیں صرف آٹھویں رکعت میں تشہد کے لئے بیٹھے اور پھر کھڑے ہو گئے اور پھر نویں رکعت میں دوبارہ تشہد میں بیٹھے اور تشہد کے بعد دعائیں کیں پھر سلام پھیرا پھر بیٹھ کر دو رکعت نماز ادا کی۔ (مسلم)

۳۔ سات رکعات مسلسل پڑھیں صرف چھٹی اور ساتویں میں تشہد کے لئے بیٹھے اور اس کے بعد بیٹھ کر دو رکعت نماز پڑھی۔

۴۔ ۸ یا ۱۰ دو دو کر کے رکعات پڑھیں اور وتر کی تین رکعات پڑھیں ویسے عام طور پر وتر ایک ہی رکعت سے کرتے تھے یا تین سے زائد رکعات سے بعض دفعہ کرتے تھے۔

ایک دفعہ چار مسلسل رکعات لمبی پڑھیں اور پھر ایک رکعت وتر کی پڑھی لیکن غالباً یہ ایک ہی دفعہ ہوا کیونکہ حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ آپ ۷ سے کم یا ۱۳ سے زیادہ رکعت نہیں پڑھتے تھے۔
اگر بیٹھ کر تہجد پڑھ رہے ہوں تو بیٹھ کر ہی رکوع کر لیتے تھے لیکن عام دستور یہی تھا کہ اگر بیٹھ کر نماز پڑھ رہے ہوں تو بھی تیس چالیس آیات کھڑے ہو کر پڑھتے اور پھر رکوع کرتے اور دوسری رکعت میں بھی ایسا ہی کرتے۔

(عن عروة عن ابیه) عَنْ عَائِشَةَ ..... اَنَّهَا لَمْ تَرَ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُصَلِّيْ صَلَاةَ اللَّيْلِ قَاعِدًا قَطُّ حَتّٰى اَسَنَّ ...
... وَعَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ عَنْ عَائِشَةَ ..... اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يُصَلِّيْ جَالِسًا فَيَقْرَءُ وَهُوَ جَالِسٌ فَاِذَا بَقِيَ مِنْ قِرَاءَتِهٖ نَحْوٌ مِنْ ثَلَاثِيْنَ اَوْ اَرْبَعِيْنَ اٰيَةً قَامَ فَقَرَأَهَا وَهُوَ قَائِمٌ ثُمَّ يَرْكَعُ ثُمَّ يَسْجُدُ يَفْعَلُ فِي الرَّكْعَةِ الثَّانِيَةِ مِثْلَ ذَالِكَ فَاِذَا قَضٰى صَلَاتَهٗ نَظَرَ فَاِنْ كُنْتُ يَقْظٰى تَحَدَّثَ مَعِيْ وَ اِنْ كُنْتُ نَائِمَةً اِضْطَجَعَ۔ (بخاری کتاب التفسیر باب اذ صلی قاعدًا
شرح کرمانی مصری حدیث نمبر ۱۰۵۶، ۱۰۵۷)

حضرت عائشہؓ سے روایت ہے وہ کہتی ہیں (کہ حضورؐ کا معمول یہی تھا کہ حضورؐ کھڑے ہو کر نماز تہجد پڑھتے تھے سوائے اس کے کہ بیمار ہوں یا تھکے ہوں جیسا کہ پہلے روایت میں گذر چکا ہے) اور میں نے کبھی حضورؐ کو بیٹھ کر نماز تہجد پڑھتے نہیں دیکھا (یعنی صحت کے عالم میں) ہاں حضورؐ اپنی عمر کے آخری سالوں میں بیٹھ کر نماز ادا کر لیا کرتے تھے اور اپنے بھائی عبدالرحمٰن کو انہوں نے بتایا کہ جب حضورؐ بیٹھ کر نماز پڑھتے تھے تو اس کی کیفیت یہ ہوتی تھی کہ رکعت میں بیٹھ کر لمبی تلاوت کیا کرتے تھے اور جو حصہ قرآن کا حزب حضورؐ نے مقرر کیا ہوتا تھا جب اس میں سے تیس چالیس آیات کے قریب رہ جاتی تھیں تو کھڑے ہو جاتے تھے اور ان کی تلاوت کرتے تھے پھر رکوع کرتے تھے (پھر

رکوع کے بعد اُٹھتے تھے) پھر سجدہ کرتے تھے اور پھر دو سجدوں کے بعد دوسری رکعت بھی پہلی رکعت کی طرح بیٹھ کر اور پھر کھڑے ہو کر ادا کرتے تھے۔ جب نماز تہجّد سے فارغ ہوتے اور اگر دیکھتے کہ مَیں جاگ رہی ہوں تو مجھ سے باتیں کرتے اور اگر مَیں سوئی ہوتی تو (پھر خاموشی سے) لیٹ جاتے۔

عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ صَلَّیْتُ مَعَ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ لَیْلَةً فَلَمْ یَزَلْ قَائِمًا حَتّٰی هَمَمْتُ بِاَمْرِ سُوْءٍ قُلْنَا وَمَا هَمَمْتَ قَالَ هَمَمْتُ اَنْ اَقْعُدَ وَاَذَرَ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ۔

(بخاری کتاب التھجّد باب طول القیام فی صلاۃ اللّیل شرح کرمانی حدیث نمبر ۱۰۷۳)

حضرت عبداللہ بن مسعودؓ سے روایت ہے وہ کہتے ہیں ایک رات مَیں نے حضورؐ کے ساتھ نماز (تہجّد) پڑھی حضورؐ نے قیام کیا اور بہت لمبا قیام کیا اتنا لمبا قیام کیا کہ مَیں نے ایک بُری بات کا ارادہ کرلیا۔ ہم (صحابہؓ) نے کہا کہ آپ نے کس بات کا ارادہ کیا تھا انہوں نے جواب دیا کہ مَیں نے ارادہ کیا کہ (نماز چھوڑ کر) بیٹھ جاؤں اور حضورؐ کو (اکیلے) نماز پڑھتا چھوڑ دوں۔

• عَنْ حُذَیْفَةَ ابْنِ الْیَمَانِ قَالَ صَلَّیْتُ مَعَ النَّبِیِّ ذَاتَ لَیْلَةٍ۔ فَافْتَتَحَ الْبَقَرَةَ فَقُلْتُ یَرْکَعُ عِنْدَ الْمِائَةِ ثُمَّ مَضٰی فَقُلْتُ یُصَلِّیْ بِهَا فِی الرَّکْعَةِ۔ فَمَضٰی فَقُلْتُ یَرْکَعُ بِهَا، ثُمَّ افْتَتَحَ النِّسَاءَ، فَقَرَأَهَا، ثُمَّ افْتَتَحَ اٰلَ عِمْرَانَ فَقَرَأَهَا، یَقْرَأُ مُتَرَسِّلًا اِذَا مَرَّ بِاٰیَةٍ فِیْهَا تَسْبِیْحٌ سَبَّحَ وَاِذَا مَرَّ بِسُوَالٍ سَأَلَ وَاِذَا مَرَّ بِتَعَوُّذٍ تَعَوَّذَ (وَعَنْ عَوْفِ ابْنِ مَالِكٍ لَا یَمُرُّ بِاٰیَةِ رَحْمَةٍ اِلَّا وَقَفَ وَسَأَلَ وَلَا یَمُرُّ بِاٰیَةِ عَذَابٍ اِلَّا وَقَفَ وَتَعَوَّذَ وَقَالَ حُذَیْفَةُ) ثُمَّ رَکَعَ فَجَعَلَ یَقُوْلُ سُبْحَانَ رَبِّیَ الْعَظِیْمِ (وَعَنْ عَوْفِ ابْنِ مَالِكٍ یَقُوْلُ فِیْ رُکُوْعِهٖ سُبْحَانَ ذِی الْمَلَکُوْتِ وَالْجَبَرُوْتِ وَالْکِبْرِیَاءِ وَالْعَظَمَةِ وَقَالَ حُذَیْفَةُ، فَکَانَ رُکُوْعُهٗ نَحْوًا مِنْ قِیَامِهٖ ثُمَّ قَالَ سَمِعَ اللّٰهُ لِمَنْ حَمِدَهٗ .... رَبَّنَا لَكَ الْحَمْدُ ثُمَّ قَامَ قِیَامًا طَوِیْلًا قَرِیْبًا مِمَّا رَکَعَ، ثُمَّ سَجَدَ فَقَالَ سُبْحٰنَ رَبِّیَ الْاَعْلٰی فَکَانَ سُجُوْدُهٗ قَرِیْبًا مِنْ قِیَامِهٖ۔

(مسلم فی صلاۃ المسافرین باب استحباب لطویل القراءۃ فی صلاۃ اللیل
ابوداؤد باب مایقول الرجل فی رکوعہٖ وسجودہٖ)

حذیفہ بن یمان سے روایت ہے وہ کہتے ہیں کہ ایک رات میں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تہجد کی نماز پڑھی۔ حضورؐ نے قیام میں سورۃ فاتحہ کے بعد سورۃ بقرہ شروع کی تو میں نے سوچا کہ سو آیات کے بعد رکوع کریں گے لیکن حضورؐ (سو آیات پر رُکے نہیں بلکہ) پڑھتے ہی رہے پھر مجھے خیال آیا کہ شاید حضورؐ سورہ بقرہ کی تلاوت کے بعد رکوع کریں گے لیکن بقرہ ختم کرنے کے بعد حضورؐ نے سورہ نساء کی تلاوت شروع کر دی اس کے بعد سورہ آلِ عمران شروع کی اور اس کو آخر تک پڑھا۔ حضورؐ آرام سے ٹھہر ٹھہر کر تلاوت فرماتے تھے جلدی جلدی نہیں پڑھتے تھے۔ جب حضورؐ کسی ایسی آیت پر سے گذرتے جس میں تسبیح کا ذکر ہو تو اللہ تعالیٰ کی تسبیح فرماتے۔ جب کسی ایسی آیت پر سے گذرتے جس میں مومنوں کو سوال کی تحریص کی گئی ہو تو اللہ سے مانگتے اور جب کسی آیت میں اللہ سے پناہ مانگنے کا ذکر ہوتا تو بھی رُک جاتے اور خدا کی پناہ مانگتے عوف بن مالک کہتے ہیں جب بھی کسی رحمت کی آیت پر سے گذرتے تو رُک جاتے اور رحمت طلب کرتے اور جب عذاب کی آیت پر سے گذرتے تو رُک جاتے اور عذاب سے خدا کی پناہ مانگتے۔ حضرت حذیفہ کہتے ہیں کہ حضورؐ نے پھر آلِ عمران تک تلاوت کرنے کے بعد رکوع کیا اور آپ رکوع میں یہ دعا کرتے تھے سُبْحٰنَ رَبِّیَ الْعَظِیْمِ عوف بن مالک کہتے ہیں آپ رکوع میں یہ دعا کرتے تھے میں اُس خدا کی تسبیح اور پاکیزگی کرتا ہوں جس کو ہر قسم کی طاقت اور حکومت، ہر قسم کی عظمت اور کبریائی اور بڑائی حاصل ہے۔ آپ کے قیام کی طرح آپ کا رکوع بھی لمبا تھا۔ پھر آپ رکوع سے سَمِعَ اللّٰہُ لِمَنْ حَمِدَہٗ کہتے ہوئے کھڑے ہوئے پھر لمبا قیام فرمایا اور آپ جتنی دیر رکوع میں رہے تھے اُتنی ہی دیر رکوع کے بعد قیام کیا پھر آپ سجدہ میں گئے اور سُبْحٰنَ رَبِّیَ الْاَعْلٰی پڑھا اور آپ کا سجدہ بھی آپ کے رکوع جتنا لمبا تھا۔

اَللّٰھُمَّ صَلِّ وَ بَارِکْ عَلٰی مُحَمَّدٍ

چوتھا ایک کتابی امتحان انصاراللہ

علم و معرفت کے روحانی خزائن کے پیشِ نظر چوتھا ایک کتابی امتحان نومبر ۱۹۸۷ء میں منعقد ہوگا۔ اِس امتحان کے لئے کتاب "کشف الغطاء" مقرر ہے۔

براہِ کرم انصار بھائیوں کو تلقین فرماتے رہیں کہ وہ مرکزی امتحان کے لئے ابھی سے تیاری فرمائیں اور زیادہ سے زیادہ دوستوں کو اس میں شامل فرمائیں۔ جزاکم اللہ احسن الجزاء۔

(قیادت تعلیم مجلس انصاراللہ مرکزیہ ربوہ)

تحریکِ جدید کی عظیم مہم کا پھیلاؤ

اور

ہماری ذمہ داری

مالی سال کے آخری ایام آپکی خصوصی توجہ چاہتے ہیں

عہدیداران انصار اللہ سے ایک نہایت ضروری

گزارش

(مکرم ملک منور احمد صاحب جاوید قائد تحریکِ جدید مجلس انصار اللہ مرکزیہ ربوہ)

تحریکِ جدید کے تحت بیرونِ ملک بفضلہٖ تعالیٰ دعوتِ اِلی اللہ کے کام میں بے انداز وسعت پیدا ہو چکی ہے۔ دعوتِ اِلی اللہ کا کام ہر آن بڑی تیزی سے بڑھتا چلا جا رہا ہے اور اللہ تعالیٰ احمدی مربیان کے ذریعہ اپنی توحید کو غلبہ عطا کرتا چلا جا رہا ہے۔ ہر جگہ تثلیث مغلوب ہو رہی ہے اور تین خداؤں کے باطل عقیدہ پر دلائل و براہین کے ذریعہ ایسی کاری ضرب لگائی جا رہی ہے کہ جماعتِ احمدیہ کے دلائل کے سامنے عاجز آکر عیسائی مذہبی دُنیا بڑی ہی بد دلی کا شکار ہو رہی ہے یہاں تک کہ گرجوں کی رونق ختم ہوتی گئی اور عیسائی کلیسا نے مجبور ہو کر ۵۰۰ سے زائد گرجے فروخت کر دیئے ہیں اور کئی گرجوں کے باہر "برائے فروخت" کے بورڈ آویزاں کر دیئے گئے ہیں اور یہ مخبر صادق حضرت رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی اس پیشگوئی کے عین مطابق ہوا جس میں آپؐ نے فرمایا تھا کہ آنے والا وجود غلبۂ صلیب کو توڑے گا۔ الحمد للہ کہ ہم سب اپنی آنکھوں سے اِس پیشگوئی کو پورا ہوتے دیکھ رہے ہیں۔

پس اے جماعتِ احمدیہ کے مرد و زن! بچو! نوجوانو! بزرگو! اور عورتو! خوشی سے اُچھلو اور سجدۂ

شکر بجالاؤ کہ ہماری آنکھوں کے سامنے باطل ادیان اپنے منطقی انجام کو پہنچ رہے ہیں۔ آج عیسائی دُنیا اپنے مذہب کو بچانے کے لئے پونے دو کروڑ روپیہ روزانہ خرچ کر رہی ہے اور یہ سارا خرچ دعوتِ الی اللہ کے میدان میں جماعتِ احمدیہ کے زور کو توڑنے کی ناکام کوششوں پر صرف ہو رہا ہے۔ عیسائی دُنیا کی طرف سے ہونے والے روزانہ خرچ سے بھی کم سالانہ خرچ کر کے جماعتِ احمدیہ اُن سے کئی گُنا زیادہ کامیابیاں حاصل کر رہی ہے۔ عیسائی منادوں کے اعلان کے مطابق اگر عیسائیت کی آغوش میں ایک نیا آدمی آتا ہے تو اس کے مقابل احمدیت کی آغوش میں دس آدمی داخل ہوتے ہیں۔

پس اِس وقت ہر طرف ہر جگہ ہر ملک میں احمدیت کا پرچم بڑی شان سے بلند ہونا شروع ہو گیا ہے ۱۱۴ ممالک میں بفضلہ تعالیٰ احمدیت کا پودا لگ چکا ہے۔ پچھلے دو سال میں ۱۰۰ کے قریب نئی بیوت الحمد کی تکمیل ہوئی۔ گزشتہ صرف ایک سال میں دُنیا کے نقشہ پر ۲۵۸ نئی جماعتیں اُبھریں۔ اِس وقت دُنیا کی ایک سَو مختلف زبانوں میں قرآن پاک کے تراجم کا کام بڑی تیزی سے اپنی تکمیل کے مراحل طے کر رہا ہے اور صرف یہی کام جماعتِ احمدیہ سے نصف ارب روپے کی قربانی کا تقاضا کرتا ہے اور ہمارے پیارے امام حضرت مرزا طاہر احمد صاحب اس میدان میں موجود بنفسِ نفیس اس ساری عظیم الشان مہم کی نگرانی فرما رہے ہیں اور خدا تعالیٰ کی توحیدِ خالص اور حضرت اقدس محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے عشق میں مخمور یہ قافلہ حضور پُر نور کی زیرِ قیادت بڑی تیز رفتاری سے آگے ہی آگے بڑھتا چلا جا رہا ہے۔

غرض اللہ تعالیٰ اپنی برکتوں کے بے شمار دروازے کھولتا چلا جا رہا ہے اور یوں محسوس ہوتا ہے کہ روحانی غلبہ کا وہ یقینی سورج اب طلوع ہونے والا ہے۔ پس اے عزیزانِ جماعت! اپنی دعاؤں کے ذریعہ اللہ تعالیٰ کے حضور تحریکِ جدید کے مقاصد کی کامیابی کے لئے گریہ وزاری کا تسلسل ٹوٹنے نہ دیں۔ ہر لمحہ ہر آن اپنی دعاؤں میں شدّت پیدا کرتے رہیں کہ ؎

شیطان کی حکومت مِٹ جائے اِس جہاں سے
حاکم تمام دُنیا پہ میرا مُصطفیٰؐ ہو

تاہم یہ امر بھی بہرحال ہمیں ذہن نشین کرنے اور کرانے کی ضرورت ہے کہ بڑھتے ہوئے کام اور پھیلتی ہوئی وسعتیں جہاں معیاری مالی قربانیوں کا تقاضا کرتی ہیں وہاں یہ بھی حد درجہ ضروری ہے کہ جماعت کا ہر فرد اِس میں شامل ہو۔ اِس میں شمولیّت کی تاکید کرتے ہوئے سیّدنا حضرت المصلح الموعود نے فرمایا:۔

"یہ تحریک اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہے۔ مبارک ہیں وہ جو بڑھ چڑھ کر اِس میں حصّہ لیتے

ماہنامہ انصار اللہ ربوہ

اخاء ۱۳۶۶ ہش

اکتوبر ۱۹۸۷ء

ایڈیٹر

مرزا محمد الدین ناز

پبلشر:۔ چوہدری محمد ابراہیم

پرنٹر:۔ قاضی منیر احمد

مطبع:۔ ضیاء الاسلام پریس ربوہ

مقامِ اشاعت:۔ دفتر ماہنامہ انصار اللہ دار الصدر جنوبی ربوہ

کتابت:۔ حمید الدین

فہرست

جلد نمبر ۲۸

شمارہ نمبر ۱۰

شرح چندہ

پاکستان ———— بیس روپے سالانہ

امریکہ، کینیڈا، جزائر فجی } بذریعہ ہوائی ڈاک : پندرہ ڈالر ؍ ؍ بحری ؍ : آٹھ ؍ ؍

دیگر ممالک } ؍ ہوائی ؍ : چھ پونڈ ؍ ؍ بحری ؍ : تین ؍ ؍

قیمت فی پرچہ:۔ دو روپے

ہیں کیونکہ ان کا نام ادب واحترام سے احمدیت کی تاریخ میں ہمیشہ زندہ رہے گا اور خدا تعالیٰ کے دربار میں یہ لوگ خاص عزّت کا مقام پائیں گے کیونکہ انہوں نے خود تکلیف اُٹھا کر دین کی مضبوطی کے لئے کوشش کی۔"

پھر فرمایا:۔

"پس اے دوستو! مرنے سے پہلے اور وقت کے ہاتھ سے نکل جانے سے پہلے اِس تحریک میں حصّہ لو کہ اِس اُمّت پر پھر یہ دن نہیں آئیں گے۔"

پھر فرمایا:۔

"اگر تم نے احمدیت کو دیانتداری سے قبول کیا ہے تو اے مردو! اور اے عورتو! تمہارا فرض ہے کہ تحریکِ جدید کے اغراض و مقاصد میں میرے ساتھ تعاون کرو۔ زمین آسمان کا خدا گواہ ہے کہ جو کچھ مَیں کہہ رہا ہوں اپنے نفس کے لئے نہیں کہہ رہا خدا تعالیٰ اور..... کے لئے کہہ رہا ہوں محمد رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے کہہ رہا ہوں۔ تم آگے بڑھو اور اپنا تن، من اور اپنا دھن خدا اور اُس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کیلئے قربان کر دو۔"

دوستو! یہی خدمتِ دین کا وہ عظیم الشان بابرکت موقع ہے جس کی خبر دیتے ہوئے سیدنا حضرت اقدس بانیٔ سلسلہ عالیہ احمدیہ نے فرمایا:۔

"عزیزو! یہ دین کے لئے اور دین کی اغراض کے لئے خدمت کا وقت ہے اِس وقت کو غنیمت سمجھو کہ پھر کبھی ہاتھ نہیں آئے گا۔"

نیز فرماتے ہیں:۔

"پس چاہیئے کہ خدا تعالیٰ پر توکّل کر کے پورے اخلاص اور جوش اور محبّت سے کام لیں اور یہی وقت خدمت گزاری کا ہے۔ اِس کے بعد وہ وقت آتا ہے کہ ایک سونے کا پہاڑ اس راہ میں خرچ کریں تو اِس وقت کے ایک پیسہ کے برابر نہ ہوگا۔" (الحکم)

اکنافِ عالم میں دینِ حق کی اشاعت کے لئے جس قدر قربانیوں اور مصارفِ کثیر کی ضرورت ہے وہ کسی صاحبِ بصیرت احمدی سے مخفی نہیں اس کی طرف ابتداء سے ہی ہمارے محبوب امام حضرت فضلِ عمر نے اِن الفاظ میں توجہ مبذول کروادی تھی:۔

"ہمارے ذمّہ کام تو بہت بڑا ہے اس کے لئے اربوں روپیہ کی ضرورت ہے بلکہ

اگر اربوں ارب روپیہ آجائے تو پھر بھی یہ کام ختم نہیں ہو سکتا"۔

(انیس[19] سالہ کتاب صفحہ ۴۴)

نیز فرمایا:۔

"جب ہم نے یہ فیصلہ کر لیا ہے کہ ہم محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے نام کو دُنیا میں پھیلائیں گے اور..... کے جلال اور اس کی شان کے اظہار کے لئے اپنی ہر چیز قربان کر دیں گے تو ہمیں اِن..... سکیموں کے لئے جس قدر روپیہ کی ضرورت ہو گی اُس کو پورا کرنا بھی ہماری جماعت کا ہی فرض ہے"۔

اے مخلصینِ جماعت! ہمت سے کام لیں خدا کرے کہ ہم مالی قربانی میں اس ولولے اور جوش اور شان سے آگے بڑھیں کہ خدا تعالیٰ کی نظر میں ہمارا تارکِ دُنیا ہونا ثابت ہو جائے تا آسمانی خوش بختی کا تاج ہمارے سروں پر سجایا جائے۔ ایسے مخلصین کو سیدنا حضرت اقدس بانیٔ سلسلہ عالیہ احمدیہ عظیم الشان خوشخبری دیتے ہوئے فرماتے ہیں:۔

"اِس وقت کوئی خدمت کرو گے تو اپنی ایمانداری پر مُہر لگا دو گے اور تمہاری عمریں زیادہ ہوں گی اور تمہارے مالوں میں برکت دی جائے گی..... سو اے جماعت کے سچے مخلصو! خدا تمہارے ساتھ ہو۔ تم اِس کام کے لئے ہمت کرو خدا تعالیٰ آپ تمہارے دلوں میں القاء کرے کہ یہی وقت ہمت کا ہے"۔

تحریکِ جدید کے مالی سال کا یہ آخری مہینہ ہے صرف چند دن باقی ہیں۔ دو[2] طرح سے آپ نے کام کو ہنگامی بنیادوں پر اُٹھانا ہے:۔

اوّل:۔ سالِ رواں کے تمام وعدہ جات کی سَو فیصد وصولی ہو جائے اور وصولی کے وقت قربانی کے معیار کو مدِّ نظر رکھیں اور اضافہ کے ساتھ وصولی ہو تا ٹارگٹ پورا ہو سکے۔

دوم:۔ یکم نومبر سے شروع ہونے والے نئے سال کے معیاری وعدہ جات کے حصول کیلئے تیاری کی جائے۔

اِن دونوں اغراض کے لئے حسبِ ضرورت وفود کی تشکیل کریں۔ ہر احمدی گھرانہ کے دروازہ پر دستک دیں اور ہر ایک کو شامل کریں۔

محترم صدر صاحب مجلس انصار اللہ مرکزیہ کی ہدایت ہے کہ آپ اِس ماہ ۲۳ اکتوبر کو آنے والے جمعہ میں محترم امیر صاحب کی منظوری اور رضامندی سے تحریکِ جدید کے موضوع پر

خطبہ دلانے کا انتظام کریں جس میں تحریک جدید کے اغراض و مقاصد اور اس کے تحت ہونے والے کام کی تفصیل اور اس کے نتیجہ میں اللہ تعالیٰ کی طرف سے ملنے والے فضلوں کا ذکر احبابِ جماعت کے سامنے کیا جائے۔

نیز یہ بھی درخواست ہے کہ اِسی خطبہ جمعہ میں اس مضمون سے بھی احبابِ جماعت کو آگاہ کیا جائے۔

اللہ تعالیٰ آپ کے ساتھ ہو۔ رُوح القدس سے آپ کی اور تمام احبابِ جماعت کی تائید و نصرت فرمائے۔ اپنی امان میں رکھے۔ ہم سب کو معیاری قربانیاں پیش کرنے کی توفیق دے اور پھر انہیں قبول فرما کر ہمارے لئے اپنی رضا کی راہیں آسان کر دے اور ہر ایک کو صحت و سلامتی کے ساتھ باعمر فرمائے۔ آمین

پیارے آقا کا محبّت بھرا اسلام

امام جماعتِ احمدیہ حضرت مرزا طاہر احمد صاحب کی صحت اللہ تعالیٰ کے فضل سے بہت اچھی ہے اور حضور تمام احبابِ جماعت کو محبّت بھرا السّلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ کہتے ہیں۔

آگ ہماری غلام ....

(مکرم عبد السلام صاحب طاہر مربی سلسلہ عالیہ احمدیہ)

ایک دفعہ ایک ہندو آریہ نے آیتِ قرآنی یَانَارُ کُوْنِیْ بَرْدًا وَّ سَلَامًا عَلٰی اِبْرٰھِیْمَ پر اعتراض کیا کہ قرآن کا یہ بیان کہ دشمنوں نے جب حضرت ابراہیمؑ کو آگ میں ڈالا تو اللہ کے حکم سے آگ حضرت ابراہیمؑ پر ٹھنڈی ہوگئی غلط ہے اور خلافِ قانونِ قدرت ہونے کی وجہ سے ناقابلِ قبول ہے۔ اس اعتراض کا جواب حضرت مولوی نور الدین صاحب بھیروی نور اللہ مرقدہٗ نے یہ دیا کہ اس سے حقیقی ظاہری آگ مراد نہیں بلکہ عداوت و شرارت کی آگ مراد ہے۔ یہ جواب بہت پسند کیا گیا اور اسے بے حد سراہا گیا لیکن جب حضرت اقدس بانیٔ سلسلہ عالیہ احمدیہ کو اس جواب کا علم ہوا تو آپ نے فرمایا مولوی صاحب کو اس تاویل کی کیا ضرورت تھی ؟ اللہ تعالیٰ کے قوانینِ قدرت کا کون احاطہ کر سکتا ہے ؟ اور پھر بڑے وثوق اور جلال سے آپ نے فرمایا " حضرت ابراہیمؑ کا زمانہ تو گذر چکا ہے اب ہم خدا کی طرف سے اس زمانہ میں موجود ہیں ہمیں کوئی دشمن آگ میں ڈال کر دیکھ لے خدا کے فضل سے ہم پر بھی آگ ٹھنڈی ہوگی "۔ نیز یہ بھی فرمایا کہ ہمیں بھی اللہ تعالیٰ نے الہام کیا ہے کہ " آگ ہماری غلام بلکہ غلاموں کی غلام ہے "۔ (سیرۃ المہدی و حیاتِ احمد) ۔

تیرے مکروں سے اے جاہل میرا نقصاں نہیں ہرگز
کہ یہ جاں آگ میں پڑ کر سلامت آنے والی ہے

تاریخ احمدیت میں کئی ایسے واقعات ملتے ہیں کہ حضرت اقدس بانیٔ سلسلہ عالیہ احمدیہ کے کسی غلام کو آگ کا شدید خطرہ لاحق ہوا لیکن وہ آگ ان کی غلامی کا دم بھرتے ہوئے اس کے لئے ٹھنڈی ہوگئی۔ چنانچہ اس قسم کا ایک حیرت انگیز اور ایمان افروز واقعہ انڈونیشیا کی سرزمین پر رونما ہوا۔ واقعہ یوں ہوا کہ حضرت مولانا رحمت علی صاحب رفیق حضرت اقدس بانیٔ سلسلہ عالیہ احمدیہ احمدیت کے پہلے مربی کی حیثیت سے انڈونیشیا میں اشاعتِ حق کے لئے تشریف لے گئے۔ آپ اس ملک کے شہر

پاڈانگ میں ایک مخلص احمدی داؤد صاحب کے مکان میں رہائش پذیر تھے یہ مکان بھی اور دیگر تمام مکانات بھی لکڑی کے بنے ہوئے تھے ایک روز کسی مکان میں آگ لگ گئی جس پر قابو نہ پایا جا سکا۔ گھر پر گھر جلاتی ہوئی آگ بڑی تیزی سے آپ کے مکان کی طرف آرہی تھی حتیٰ کہ ساتھ والے مکان کو آگ نے آلیا۔ احمدی احباب بھاگے گئے اور مولانا صاحب سے مکان سے فوری طور پر نکل جانے کو کہا تا ان کو نقصان نہ پہنچے۔ حضرت مولانا صاحب نے احمدی احباب سے کہا کہ میں یہاں سے نہیں نکلوں گا تم مطمئن اور بے فکر رہو نہ مجھے کچھ ہوگا نہ اس مکان کو کچھ ہوگا اس مکان میں حضرت اقدس بانیٔ سلسلہ عالیہ احمدیہ کا ایک غلام رہائش پذیر ہے اور آپ کا الہام ہے کہ " آگ ہماری غلام بلکہ غلاموں کی غلام ہے"۔ پس یہ آگ نہ مجھے کچھ کہے گی نہ اس مکان کو کچھ کہے گی۔ اتنے میں آگ اس مکان کے پچھے کو آلگی۔ بظاہر یہ نظر آرہا تھا کہ اب چند لمحوں میں یہ مکان بھی راکھ کا ڈھیر بن جائے گا لیکن عجیب رنگ میں کرشمۂ قدرت ظاہر ہوا کہ اسی لمحے ایک بادل کا ٹکڑا آسمان پر نمودار ہوا اور اس سے موسلا دھار بارش برسنے لگ گئی جس سے آناً فاناً ساری آگ ٹھنڈی ہو گئی اور بجھ گئی۔ سبحان اللہ! اللہ اکبر! کس شان سے الہام پورا ہوا کہ رہتی دنیا تک یہ نشان صداقت جگمگاتا رہے گا۔

آگ کی غلامی کا ایک اور روح پرور واقعہ جزائر فجی میں ظہور پذیر ہوا۔ ۱۹۶۸ء کو فجی کے شہر " با " میں جماعت احمدیہ کا ایک نیا مشن بنایا گیا محترم مولانا نور الحق صاحب انور اس مشن ہاؤس میں مربی متعین تھے۔ اس مشن ہاؤس کے خلاف ایک شخص ابوبکر کویا نے شہر میں سخت اشتعال پیدا کر دیا اور جگہ جگہ اس نے اعلان کیا کہ وہ اس احمدیہ مشن ہاؤس کو آگ لگا کر اور جلا کر دم لے گا۔ ایک روز محترم مولانا نور الحق صاحب انور مربی سلسلہ اپنے چند ساتھیوں کو ہمراہ لے کر دعوت الی اللہ کے لئے شہر سے باہر کسی دوسری جگہ گئے اور مشن ہاؤس کو تالا لگا گئے۔ اس موقع کو دشمنِ احمدیت ابوبکر کویا نے غنیمت جانا اور رات کے وقت مشن ہاؤس جو سارے کا سارا لکڑی کا بنا ہوا تھا کو تیل چھڑک کر آگ لگا دی اور پھر فوراً وہاں سے غائب ہو گیا لیکن آگ جو حضرت اقدس بانیٔ سلسلہ عالیہ احمدیہ کی غلام بلکہ غلاموں کی غلام تھی احمدیہ مشن ہاؤس کو جلانے کے لئے تیار نہ ہوئی اور چند لمحوں میں ٹھنڈی ہو گئی۔ اگلے روز مربی صاحب مع رفقاء واپس آئے تو دیکھ کر کہ سوائے ایک دو تختوں کے جلنے کے باقی سارا مشن ہاؤس محفوظ رہا ہے اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کیا اور پھر وہیں کھڑے کھڑے محترم مولانا نور الحق صاحب انور مربی سلسلہ کی زبان سے ایک درد بھری آہ کے ساتھ یہ دعا نکلی کہ " جس نے اللہ تعالیٰ کے دین کی اشاعت کا یہ مرکز جلانے کی کوشش کی ہے خدا اس کے اپنے گھر کو آگ لگا کر راکھ کر دے "۔

اس کے بعد ابھی چند روز ہی گزرے تھے کہ آگ نے غلامی کا رنگ دکھایا کہ اچانک دشمنِ احمدیت ابوبکر کوبا کے گھر میں آگ بھڑک اُٹھی اور باوجود ہزار کوششوں کے آگ پر قابو نہ پایا جاسکا اور دیکھتے ہی دیکھتے اس کا سارا مکان جل کر راکھ کا ڈھیر بن گیا اور اس طرح الہام " آگ ہماری غلام بلکہ غلاموں کی غلام ہے" بڑی شان سے پورا ہوًا۔ آگ کی غلامی کا عجیب رنگ ہے کہ وہ کہیں حق کے غلاموں کے لئے بَرْدًا وَّ سَلَامًا بن جاتی ہے اور کہیں دشمنوں کو جلا کے راکھ بنا دیتی ہے۔

کوئی مذہب نہیں ایسا کہ نشاں دکھلائے
یہ ثمر باغِ محمدؐ سے ہی کھایا ہم نے

مجموعی مرکزی اِمتحان انصاراللہ

تمام زعماء و اراکین انصاراللہ کے لئے اعلان کیا جاتا ہے کہ دوسرا مجموعی مرکزی امتحان اکتوبر ۱۹۸۷ء کو منعقد ہورہا ہے جس کے سوالیہ پرچے زعماء اعلیٰ کو براہِ راست اور باقی زعماء مجالس کو بذریعہ ناظمینِ اضلاع بھجوا دئے جائیں گے۔ انشاءاللہ تعالےٰ۔
اس کا نصاب حسبِ ذیل ہوگا:۔

۱۔ ترجمہ قرآن کریم — پارہ ۲۸ ربع دوم وسوم
۲۔ کتاب کشتی نوحؑ — نصف حصّہ آخر
۳۔ بنیادی نصاب

تمام انصار کو اِس علمی پروگرام کے بارہ میں یاددہانی کرواتے رہیں اور ایسا اہتمام کیا جائے کہ انصار ان مرکزی امتحانات میں شامل ہونے کی باقاعدہ تیاری کرتے رہیں۔

اللہ تعالیٰ سب انصار حضرات کو علم و معرفت میں زیادہ سے زیادہ ترقی کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین

(قیادتِ تعلیم مجلس انصاراللہ مرکزیہ ربوہ)

قابلِ فخر ہے تو زمیں کیلئے باعثِ ناز ہے آسماں کیلئے

(مکرم غلام محی الدین صادق صاحب - حلقہ النور - کراچی)

تیرے فضل و کرم کی کوئی حد نہیں، تیری رحمت ہے سارے جہاں کیلئے
بے کسوں کو سہارا تیرے نام کا، تو خزانہ ہے بے مائیگاں کیلئے

آرزو تھی کبھی ان سے جا کر ملیں، حالِ بے تابئ دل سنائیں انہیں
تیرا جود و کرم رہنما بن گیا، آرزوؤں کے اس کارواں کیلئے

اس کی فرقت کا غم تھا سمِ زندگی، آچکا تھا لبوں پر دمِ زندگی
بن گئی دید اس کی رمِ زندگی، عاشقوں کے دلِ ناتواں کیلئے

حسنِ محبوب سے آنکھیں روشن ہوئیں، قلبِ مضطر کو جیسے قرار آ گیا
غم کے سورج کو جیسے گہن لگ گیا، راحتیں چھا گئیں سائباں کیلئے

بزمِ طاہر تھی یا پیار کا میکدہ، مئے الفت میں ہر رند ڈوبا ہوا
جانِ محفل تھا وہ ساقئ دلربا، مرکزِ شوق پیر و جواں کیلئے

چشمِ ساقی کا جُوں ہی اشارہ ملا، میکدے کی بہاروں پہ حُسن آ گیا
ساغر و مینا سے شورِ قُل قُل اُٹھا، اِذنِ عام آ گیا مَیکشاں کیلئے

مَئے توحید کا دَور چلنے لگا، بھر گئی کلمۂ لَآ اِلٰہ سے فضا
ہر مُوئے تن اُٹھا بن کے دستِ دعا، ساقیٔ دلربا مہرباں کیلئے

ساقیٔ خوشنوا تیری آوازیں، تیری چاہت کے پیغام ملتے رہے
آرزوئے مَئے دید رختِ سفر، بن گئی تیرے بادہ کشاں کیلئے

قید و بند کے مصائب تو کیا چیز ہیں، کلمۂ حق کہیں گے سرِ دار ہم
جن کا مقصود خوشنودیٔ یار ہو، وہ نہیں جیتے سُود و زیاں کیلئے

مَسند آرائے تختِ خلافت ہے تو، مُستعد تیری خدمت میں کرّوبیاں
جس طرح تُو نے جنگل میں منگل کیا، جائے حیرت ہے دیدہ وراں کیلئے

ساری دُنیا بھی نفرت کرے تو کرے، اِک پرِ کاہ سی ہم کو پرواہ نہیں
تیرے دستِ دعا یُوں ہی اُٹھتے رہیں، خادمانِ مسیح الزّماں کیلئے

ضامنِ دینِ احمد دعائیں تِری، لائقِ زینتِ عرش آنسو ترے
قابلِ فخر ہے تُو زمیں کے لئے، باعثِ ناز ہے آسماں کیلئے

چار دن ابتلاء کے ہیں کٹ جائیں گے عشق صادق ہو ہر چوٹ سہہ جائیگا
میرے معبود ثابت قدم رکھ ہمیں، چُن لیا ہے اگر امتحاں کیلئے

آہ! برادرم مکرّم چوہدری انور حسن صاحب

(مکرّم چوہدری محمّد ابراھیم صاحب مینجر ماھنامہ انصاراللہ)

۱۷ اگست ۱۹۸۷ء کو بھائی صاحب حسبِ معمول دفتر تشریف لائے پورا وقت دفتر میں کام کیا اور جاتی دفعہ مجھے کہہ گئے کہ شام کو آنا۔ میں سوا آٹھ بجے رات کے قریب ان کے گھر واقع دارالعلوم غربی پہنچ گیا۔ دھوتی اور بنیان پہنے چارپائی پر بیٹھے تھے حسبِ معمول ہنستے اور مسکراتے چہرہ کے ساتھ اُٹھ کر ملے اور تپاک کے ساتھ مجھے بٹھایا۔ ساڑھے دس بجے کے قریب میں واپس گھر آگیا اور وہ اندر چلے گئے۔ رات پونے تین بجے کے قریب ہمارے دروازہ پر دستک ہوئی میں نے دروازہ کھولا تو بھائی صاحب کے بیٹے عزیز محمد احسن دروازہ پر کھڑے تھے اور بتایا کہ بھائی صاحب کی طبیعت بہت خراب ہے میں اُسی وقت اس کے ساتھ روانہ ہوگیا بچہ پریشان دکھائی دیتا تھا مگر میرے ذہن کے کسی گوشہ میں یہ بات نہ تھی کہ معاملہ یوں بھی ہوسکتا ہے گیٹ سے اندر داخل ہوُا تو عزیز چوہدری سلطان احمد رو پڑے مجھے پھر بھی یقین نہیں آیا چند منٹ کے بعد مکرم ڈاکٹر عبدالخالق صاحب پہنچ گئے تو انہوں نے معائنہ کے بعد وفات کی تصدیق کردی آخر اس حقیقت کو تسلیم کرنا پڑا جس کو ذہن کبھی قبول کرنے کے لئے تیار نہیں تھا۔

بھائی انور حسن صاحب ۱۹۶۲ء میں ایم۔ اے کرنے کے بعد تعلیم الاسلام کالج ربوہ میں لیکچرار مقرر ہوئے پانچ سال تک کالج میں پڑھاتے رہے ۱۹۶۷ء میں سیرالیون (مغربی افریقہ) میں جماعت کو اپنے سکولوں میں اساتذہ کی ضرورت تھی ان کا بھی انتخاب ہوگیا انتظامیہ نے کالج سے استعفیٰ دینے کو کہا۔ بھائی صاحب کے والد مکرم چوہدری عبدالرحمٰن صاحب صدر جماعتِ احمدیہ چک ۳۶۶/W.B ضلع ملتان نے ان کو بچپن سے سلسلہ کے لئے وقف کیا ہوُا تھا اور دفتر کی اجازت ہی سے کالج میں لیکچرار مقرر ہوئے تھے۔ استعفیٰ دینے کے مطالبہ پر شدید ردِّ عمل ظاہر کیا کہ "میں واقفِ زندگی ہوں استعفیٰ کس طرح دے سکتا ہوں؟" اِن حالات میں یوں محسوس ہوتا تھا کہ اب یہ افریقہ نہیں جاسکیں گے حالانکہ مالی لحاظ سے کوئی

شخص بھی اِس سُنہری موقع کو ہاتھ سے گنوانے کے لئے تیار نہ تھا مگر بھائی صاحب تھے کہ اپنی بات پر ڈٹے ہوئے تھے۔ مَیں نے مشورہ دیا کہ سیّدنا حضرت مرزا ناصر احمد صاحب نوّر اللہ مرقدہٗ کی خدمت میں حاضر ہو کر بات کریں۔ اُستاد شاگرد کے رشتہ کی وجہ سے حضور بھائی صاحب سے بہت محبّت فرماتے تھے۔ حضور ان کو پولیٹیکل سائنس پڑھاتے تھے۔ آپ نے اِس تجویز کو بھی رد کر دیا کہ شاید حضور یہ خیال نہ فرمائیں کہ مَیں کسبِ زر کے لئے باہر جانا چاہتا ہوں لہٰذا معاملہ خدا پر چھوڑ دیا۔ بالآخر جب حضور کے نوٹس میں بات آئی تو آپ کے بارہ میں فرمایا کہ ان کو افریقہ بھجوا دیا جائے۔

بھائی صاحب چودہ سال تک افریقہ میں بطور استاد خدمات سر انجام دیتے رہے پہلے دو سال فری ٹاؤن میں بطور ٹیچر خدمات سر انجام دیں۔ اپنی ہر دلعزیزی اور محنت کے باعث جلد ہی بو سکول کے پرنسپل مقرر ہو گئے کچھ سال جورو میں پرنسپل رہے۔ مشن کے ساتھ گہرا رابطہ رکھا۔ مشنری انچارج اور مربیان کے ساتھ ہمیشہ اطاعت اور محبت اور پیار کا سلوک رکھا۔ حُسنِ اخلاق کا پہلو کبھی بھی ہاتھ سے نہ چھوڑا۔ اسٹاف ممبرز اور طلباء کے ساتھ نہایت نرمی اور شفقت کا سلوک رہا مگر وقت کی پابندی اور ڈسپلن کے بہت سخت تھے بتایا کرتے تھے کہ افریقہ میں چودہ سالہ خدمت کے دوران صرف دو دفعہ سکول سے لیٹ ہونے کا یاد ہے۔

سیّدنا حضرت مرزا ناصر احمد صاحب نوّر اللہ مرقدہٗ ۱۹۷۰ء میں مغربی افریقہ تشریف لے گئے تو بھائی صاحب بو سکول کے پرنسپل تھے۔ حضور کے دورہ کے انتظامات میں دن رات ایک کر دیا۔ حضور نے سکول کا معائنہ فرمایا اور بڑی خوشنودی کا اظہار فرمایا۔ پھر ہر سال اس دن کی یاد میں "ناصر ڈے" مناتے رہے اب تک یہ روایت جاری ہے۔

افریقہ میں قیام کے دوران سانس کی تکلیف ہو گئی ۱۹۷۹ء میں واپس آئے تو بہت تکلیف تھی ۱۹۸۰ء میں پھر کسی حد تک صحتیاب ہو کر واپس سیرالیون چلے گئے مگر وہاں جا کر تکلیف بہت بڑھ گئی اور انجائنا بھی ساتھ ہو گیا وہاں کی آب و ہوا دن بدن صحت کو کمزور کر رہی تھی آخر ۱۹۸۱ء میں واپس آنا پڑا۔ حضور کی خدمت میں عرض کیا گیا تو حضور نے ازراہِ شفقت تحریکِ جدید میں ان کی صحت کی مناسبت سے کام لینے کا ارشاد فرمایا۔ ۱۹۸۲ء کے وسط میں نائب وکیل التصنیف مقرر ہوئے اور تا دمِ واپسی یہیں خدمات سر انجام دیتے رہے۔

بزرگوں اور اپنے افسران کی اطاعت اور اپنے ساتھیوں اور ماتحتوں سے بہت زیادہ شفقت اور محبّت کا سلوک کرتے تھے۔ علمی ذوق رکھتے تھے۔ تعلیمی کیریئر بہت عمدہ رہا۔ اکثر کلاسوں میں وظیفہ حاصل کیا۔ یادداشت بہت اعلیٰ تھی۔ ہنس مُکھ اور محفل کے رُوحِ رواں تھے۔ بات کرنے میں بہت ادب

اداریہ

لمحۂ فکریہ

"پاکستان کے چالیس سال ہوسِ اقتدار، کشمکشِ اقتدار اور حصولِ اقتدار کی المناک داستان ہیں۔ جس دن اس ملکِ عزیز کے قصرِ مشیّد کی پہلی اینٹ رکھی گئی تھی اُسی دن اس کی شکست و ریخت کے منصوبے بھی بننا شروع ہو گئے۔ ان منصوبوں کا ہدف اوّلاً "دو قومی نظریہ" اور ثانیاً نظریۂ پاکستان کو بنایا گیا جو پاکستان کے تشخّص اور اتحاد کی علامت تھے۔ یہ حقیقت ہے کہ جب کسی درخت کی جڑیں دیمک خوردہ ہو جاتی ہیں تو اُسے کھڑا رکھنے کی سب تدبیریں ناکام ہو جاتی ہیں اور زود یا بدیر درخت ہَوا کے معمولی سے جھونکے سے زمین پر آ گرتا ہے.....

اِس وقت ارضِ پاکستان نفاق، تخریب کاری، ہنگاموں اور فسادات کی لپیٹ میں ہے۔ اُدھر آسمان پر مایوسی، بد دلی اور خوف و ہراس کے سیاہ بادل چھائے ہوئے ہیں۔ دھوکا، فریب اور فراڈ کی گرم بازاری ہے۔ سمگلنگ جو ملکی معیشت کو گُھن کی طرح کھا رہی ہے اس کی روک تھام نہیں ہو رہی۔ منشیات کا کاروبار اندرونِ ملک اور بین الاقوامی سطح پر کُھلے بندوں ہو رہا ہے۔ بات یہیں تک محدود نہیں بلکہ نوجوان نسل، جن کے ہاتھ میں پاکستان کا مستقبل ہے، ان کے عادی ہوتے جا رہے ہیں۔ اور بستے رستے گھروں کے چراغ ٹمٹماتے نظر آ رہے ہیں۔ پاکستان کے عوام جو کبھی سیسہ پلائی ہوئی دیوار کا منظر پیش کرتے تھے، مایوسیوں کے تھپیڑوں سے لرزاں نظر آتے ہیں۔ اگرچہ ان کے سدِّباب کے لئے حکومت کو موردِ الزام ٹھہرایا جاتا ہے لیکن عوام بھی ان سے بَری الذمّہ نہیں۔ آگ تو اُن کی بے راہ روی کی لگائی ہوئی ہے۔ کیا ایسے حالات میں قوم کسی خارجی جارحیّت کے خلاف اپنی مدافعت کر سکتی ہے۔ اگرچہ حکومت یہ اعلان کرتی رہتی ہے کہ گھبرانے کی کوئی ضرورت نہیں، حکومت اِن سب حالات سے باخبر ہے، اِن کے سدِّباب کا ضروری بندوبست کر لیا ہُوا ہے، لیکن حکومت نے یہ بھی کبھی سوچا کہ عوام کے تعاون کے بغیر کوئی منصوبہ کامیاب نہیں ہو سکتا۔ لیکن دوسری طرف صورتِ حال یہ ہے کہ عوام بھی اَن گنت گروہوں، تنظیموں، پارٹیوں اور

اور شائستگی جھلکتی تھی۔ کسی کی دل آزاری کو بہت برا سمجھتے تھے۔ غصہ ہرگز طبیعت میں نہ تھا۔ مشورہ بے حد صائب تھا۔ سلسلہ کے وقار اور اپنے واقفِ زندگی ہونے کو ہمیشہ سامنے رکھا۔ نمازوں کی ادائیگی، قرآن کریم کی باقاعدہ تلاوت، جماعتی تقریبات میں باقاعدہ شمولیت ان کا شعار رہا۔ اعلیٰ درجہ کے منتظم اور ایڈمنسٹریٹر تھے۔ خدام الاحمدیہ مرکزیہ میں بطور مہتمم مقامی، جلسہ سالانہ میں بطور ناظم مکانات اور انصاراللہ مرکزیہ میں بطور معاون نائب صدر صف دوم کی خدمت کی توفیق پائی۔ بات بڑی مدلل اور وزنی کرتے۔ خلوص اور وفا کا وہ مرقع تھے۔ مطالعہ کا بے حد شوق تھا۔ ذہن رسا تھا تھوڑے وقت میں کتب سے بہت کچھ حاصل کر لیتے۔ معلومات بے حد وسیع تھیں۔ اُلجھے ہوئے مسائل اور بظاہر لاینحل امور کو بڑی عمدگی اور نفاست سے سُلجھا دیتے۔ نمود و نمائش سے کوسوں دُور تھے۔ نیکی اور خدمت کی توفیق پا کر کبھی یہ نہ چاہتے تھے کہ دوسروں کو اس کا علم ہو۔ ہمدردیٔ خلائق اور دوسروں کے کام کرنے کا جذبہ بدرجہ اتم پایا جاتا تھا۔ وفات سے چند دن قبل عید پر اپنے گھر ملتان گئے۔ گاؤں کے اکثر دوستوں کو ان کے گھر جا کر ملے۔ گاؤں کے ایک غیراز جماعت اور غریب دوست بیمار تھے ان کی عیادت کے لئے گئے باتوں باتوں میں محسوس کیا کہ بوجہ غربت ان کا علاج صحیح نہیں ہو رہا بہت مضطرب اور بیقرار ہو گئے خود ان کی مالی اعانت کی اور گاؤں کے صاحبِ حیثیت لوگوں کو اکٹھا کر کے ان کو تحریک کی کہ خدا نے تمہیں ہزاروں روپے دیئے ہیں تم سب مل کر ایک غریب آدمی کا علاج نہیں کروا سکتے۔ اللہ تعالیٰ نے ان کی تحریک میں برکت ڈالی دیکھتے ہی دیکھتے معقول رقم جمع ہو گئی اور غریب آدمی کے علاج کی راہ ہموار ہو گئی۔

چونکہ عمر کا زیادہ حصہ محکمہ تعلیم سے وابستہ رہے بچوں کی تعلیم کا خاص شوق رہا۔ ان کے دو بچے عزیز محمد احسن اور عزیزہ ثمینہ جو بالترتیب گیارھویں اور آٹھویں جماعت کے طالبِ علم ہیں دونوں سکالرشپ ہولڈر ہیں تیسری بچی ابھی چھوٹی ہے۔ بحیثیت خاوند خَیْرُکُمْ خَیْرُکُمْ لِاَھْلِہٖ کا بہترین نمونہ تھے اپنی اہلیہ محترمہ کی ساری عمر دلداری کرتے رہے کسی مرحلہ پر بھی گھر میں ترشی پیدا نہیں ہونے دی۔ بچوں کے بیحد شفیق باپ تھے ان کی ہر خواہش کو پورا کرتے۔ بہن بھائیوں سے مثالی محبت تھی یہی وجہ ہے کہ ان کے سب بہن بھائی ان کا بیحد احترام کرتے اور ان پر اپنی جان نچھاور کرتے تھے۔

دل کرتا ہے کہ ان کے اوصافِ حسنہ بیان کرتا چلا جاؤں اور اپنے دلِ حزیں کو راحت پہنچاؤں وہ خیر ہی خیر تھے شر کا پہلو ان میں نہ تھا۔ ان سے جُدائی کا صدمہ بہت زیادہ ہے یہی وجہ ہے کہ بڑی دیر کے بعد یہ چند سطور لکھنے کے قابل ہوا ہوں مگر ؎

بُلانے والا ہے سب سے پیارا ٭ اُسی پہ اے دِل تو جاں فدا کر

قارئین کی خدمت میں بھائی صاحب کی بلندیٔ درجات، بیوی بچوں کا اللہ تعالیٰ خود کفیل ہونے، بوڑھے والد اور بہن بھائیوں کو صبرِ جمیل کی توفیق ملنے کے لئے دعا کی خاص درخواست کرتا ہوں۔ اللہ تعالےٰ سلسلہ کو ہمیشہ ایسے واقفِ زندگی عطا کرتا رہے۔ آمین

کُتب کا مُطالعہ ــ کم از کم تین بار

سیّدنا حضرت اقدس بانیٔ سلسلہ عالیہ احمدیہ نے خدا تعالیٰ کے فضل اور رحم سے اسّی ۸۰ سے زائد کتب تحریر فرمائیں کہ جن کے بارے میں حضرت اقدس خود فرماتے ہیں:۔

وہ خزائن جو ہزاروں سال سے مدفون تھے
اب مَیں دیتا ہوں اگر کوئی ملے امیدوار

انہیں روحانی خزائن کے بارے میں مزید فرمایا:۔

"جو شخص ہماری کتب کو کم از کم تین بار نہیں پڑھتا اس میں ایک قسم کا کبر پایا جاتا ہے"

ہر احمدی اور خاص طور پر ہر ناصر کا یہ فرض ہے کہ اپنے گھر کے ماحول کو ان روحانی خزائن سے مالا مال کرے۔ کتب حضرت اقدس کے مطالعہ کو اپنی روزمرّہ زندگی کے معمولات کا ایک لازمی حصّہ بنائے اور کوئی فردِ خانہ ان خزائن اور روحانی مائدہ سے محروم نہ رہے۔

لازم ہے کہ ہر احمدی گھر میں حضرت اقدس کی کتب زیادہ سے زیادہ پڑھی جائیں۔ اللہ تعالےٰ سب کو اس کی توفیق بخشے اور سب کا ہر لحاظ سے حامی و ناصر ہو۔ آمین

(قیادت تعلیم مجلس انصاراللہ مرکزیہ)

اپنے چندہ کی تجدید اور تبدیلیٔ ایڈریس کی صُورت میں دفتر ماہنامہ انصاراللہ کو اطلاع دینی نہ بُھولئے۔

(مینیجر ماہنامہ انصاراللہ ربوہ)

نئی زبان سیکھنے کی تحریک

سیدنا حضرت مرزا طاہر احمد صاحب امام جماعتِ احمدیہ کا ارشاد ہے کہ

"انصار کو یہ مہم چلانی چاہیئے کہ کوئی نہ کوئی زبان آجائے۔ اگر باہر کی نہیں سیکھ سکتے تو ملک کی دوسری زبان سیکھے"۔

"آپ زبانیں سیکھئے جتنے انصار ہیں آپ کی عمر ایسی نہیں کہ آپ سیکھ نہ سکیں۔ آپ کو خدا تعالےٰ نے جو بچپن کا ملکہ عطا فرمایا ہے وہ حاصل کر لیں اور سیکھنے میں بے تکلّف ہو جائیں۔ کوئی شرم محسوس نہ کریں۔ ٹوٹے پھوٹے فقرے سیکھے جاتے ہیں بیشک سیکھیں اور انہیں بولیں"۔

تمام زعماء حضور پُرنور کی اس خواہش اور تحریک کو تمام انصار تک پہنچائیں اور بار بار تاکید اور یاددہانی کرائیں اللہ تعالیٰ ہمیں اپنی تمام تر صلاحیتوں کو بنی نوع کی خدمت میں صرف کرنے کی توفیق دے اور زبان سیکھ کر زیادہ سے زیادہ مخلوقِ خدا کی خدمت کرنے کی توفیق ملے۔ آمین

(قیادت تعلیم مجلس انصار اللہ مرکزیہ ربوہ)

سَو فیصد بجٹ ادا کرنے والی مجالس کی دُعائیہ فہرست

امسال بھی انشاء اللہ تعالیٰ ۵ نومبر تک سَو فیصد بجٹ ادا کرنے والی مجالس کی فہرست حضور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کی خدمت میں بغرض دعا ارسال کی جائے گی۔ ناظمینِ اضلاع / زعماء اعلیٰ / زعماء صاحبان کی خدمت میں درخواست ہے کہ وہ مقررہ تاریخ تک اپنی اپنی مجالس / مجلس کے بجٹ سَو فیصد ادا کر کے دعائیہ فہرست میں شمولیت کے لئے بھرپور جدوجہد فرمائیں۔ اللہ تعالیٰ آپ کی مساعی میں برکت فرمائے۔ آمین

(قائد مال مجلس انصار اللہ مرکزیہ ربوہ)

ضروری تصحیح

سیّدنا حضرت مرزا طاہر احمد صاحب امام جماعتِ احمدیہ کی تازہ نظم جو برموقع جلسہ سالانہ جماعتِ احمدیہ یو۔کے پڑھی گئی وہ بذریعہ ٹیلیفون موصول ہونے کے باعث ماہنامہ انصار اللہ کے شمارہ ماہِ اگست میں صحت کے ساتھ شائع نہ ہوسکی اِس لئے یہ نظم موصول ہونے پر صحت کے ساتھ شمارہ ماہِ ستمبر میں شائع کی گئی ہے اس میں بھی درج ذیل مصرعہ غلط شائع ہوگیا ہے :-

"پر کریں پر شکستہ وہ کیا رہ گئے جو پڑے چشمکِ دشمناں کیلئے"

پورا شعر صحت کے ساتھ درج کیا جا رہا ہے احباب تصحیح فرمالیں ؎

"تم چلے آئے مَیں نے جو آواز دی، تم کو مولا نے توفیقِ پرواز دی
پر کریں پر شکستہ وہ کیا جو پڑے رہ گئے چشمکِ دشمناں کیلئے"

آخر ایمان ہی غالب آیا

"خدا کی راہ میں سختی کا برداشت کرنا، مصائب اور مشکلات کے جھیلنے کے لئے ہمہ تن تیار ہو جانا ایمانی تحریک ہی سے ہوتا ہے جو سچی شجاعت اور ہمّت انسان کو عطا کرتا ہے اس کا نمونہ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کی زندگی میں نظر آتا ہے۔ جب وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ہوئے تو وہ کونسی بات تھی کہ اس طرح پر ایک بیکس ناتواں انسان کے ساتھ ہو جانے سے ہم کو کوئی ثواب ملے گا۔ ظاہری آنکھ تو اس کے سوا کچھ نہ دکھاتی تھی کہ اس ایک کے ساتھ ہونے سے ساری قوموں کو اپنا دشمن بنا لیا ہے جس کا نتیجہ صریح یہ معلوم ہوتا تھا کہ مصائب اور مشکلات کا ایک پہاڑ ٹوٹ پڑے گا اور وہ چکنا چُور کر ڈالے گا اسی طرح پر ہم ضائع ہو جائیں گے مگر کوئی اور آنکھ بھی تھی جس نے ان مصائب اور مشکلات کو ہیچ سمجھا تھا اور اس راہ میں مَر جانا اس کی نگاہ میں ایک راحت اور سرور کا موجب تھا۔ اُس نے وہ کچھ دیکھا تھا جو ان ظاہر بین آنکھوں کے نظارہ سے نہاں در نہاں اور بہت ہی دُور تھا۔ وہ ایمانی آنکھ تھی اور ایمانی قوّت تھی جو ان ساری تکلیفوں اور دکھوں کو بالکل ہیچ دکھاتی تھی آخر ایمان ہی غالب آیا۔"

(ملفوظات جلد دوم صفحہ ۱۵۱، ۱۵۲)

مذہبی فرقوں میں منقسم ہیں۔ اُن کا آپس میں بھی اتفاق یا اتحاد نہیں۔ حکومت کے معاون ادارے یعنی پارلیمنٹ کی کیفیت یہ ہے کہ اس میں بھی گروپ بندی ہے۔ جو لوگ باہر ہیں ان کے لیڈر اس جوڑ توڑ میں لگے رہتے ہیں کہ کس طرح ایسی صورت پیدا کی جائے جس سے حکومت کی کرسیاں اُن کے قبضہ میں آجائیں۔۔۔۔۔

لیکن افسوس سے کہنا پڑتا ہے کہ چالیس سال ہونے کو آئے ہم قرآن کا نظام نافذ نہ کر سکے جس کیلئے یہ خطۂ ارض حاصل کیا گیا تھا۔ کیا ہم نے امانت میں خیانت نہیں کی؟ ہم پاکستان کو اسلامی ریاست تو کہتے ہیں لیکن جس نسبت سے یہ اسلامی ریاست ہے وہ نسبت کیا ہوئی؟ چند تعزیراتی اقدام کرکے تو ہم یہ نہیں کہہ سکتے کہ قرآن کا قانون نافذ ہو گیا ہے قرآن کے قانون کے نفاذ کے لئے تو جرأتِ رندانہ اور جذبِ قلندرانہ کی ضرورت ہے اگر ہم ایسا نہیں کر سکتے تو پھر اس کے سوا کیا ہے کہ ؎

مسلمانوں میں خوں باقی نہیں ہے　　　محبت کا جنوں باقی نہیں ہے!
صفیں کج، دل پریشاں، سجدہ بے ذوق　　　کہ جذبِ اندروں باقی نہیں ہے

اور یہ بھی کہ ؎

وہ دل وہ آرزو باقی نہیں ہے　　　رگوں میں وہ لہو باقی نہیں ہے
نماز و روزہ و قربانی و حج　　　یہ سب باقی ہیں تُو باقی نہیں ہے

اور قرآنی احکام و اقدار کے مطابق زندگی اسی 'تُو' کو زندہ و پائندہ رکھتی ہے۔۔۔۔۔

یاد رکھیئے! چالیس برس کی مسلسل اجتماعی اور انفرادی خیانتوں سے ہم آج اس مقام پر آ کھڑے ہوئے ہیں جہاں خدا کی تنبیہہ آنے والے خطرات سے ہمیں پکار پکار کر آگاہ کر رہی ہے اور سوال کر رہی ہے کہ:

فَهَلْ مِنْ مُّدَّكِرٍ　(۵۴/۱۵)

کیا کوئی ہے جو اس نوشتۂ دیوار سے عبرت حاصل کرے؟

اگر نہیں تو پھر ؏

تمہاری داستاں تک بھی نہ ہوگی داستانوں میں

خدا نہ کرے کہ ایسا ہو۔"　　　(طلوعِ اسلام لاہور ستمبر ۱۹۸۷ء صفحہ ۹ تا ۱۲)

○

اِس سلسلے میں ماہنامہ محدّث مسلمانوں پر ایک عیسائی پادری کے طنز کا یہ واقعہ نقل کرتا ہے:-

"چند دن قبل ملتان سے چھپنے والے ایک رسالہ میں ایک عیسائی ملک کے عیسائی باشندے کا واقعہ پڑھا تھا کہ اس نے اپنے ایک ہم مذہب کو کچھ رقم قرض دی، جب قرض کی وصولی کا وقت آیا تو مقروض نے ٹال مٹول شروع کر دی ـــ بار بار کے مطالبوں کے باوجود جب وہ قرض وصول کرنے میں ناکام رہا تو کچھ دوستوں کو اس نے اپنی بپتا سنائی۔ دوستوں نے مشورہ دیا کہ پادری سے ملو۔ یہ شخص پادری کے پاس گیا اور صورتِ حال اس کو بتلائی۔ پادری نے کاغذ قلم منگوا کر ایک دو سطری رقعہ لکھا اور اس کے حوالے کرتے ہوئے کہا کہ یہ رقعہ مقروض کو جا کر دے دو۔ مقروض نے رقعہ وصول کر کے اسے پڑھا اور جھٹ سے پوری رقم گن کر اس کے حوالے کر دی ـــ دیکھنے سننے والوں نے تعجب کا اظہار کیا اور پوچھا کہ اس رقعہ میں ایسی کون سی کرامت تھی کہ یوں فی الفور اس نے رقم ادا کر دی؟ اس شخص نے جواب دیا، پادری نے مکتوب الیہ کو لکھا تھا:-

"تم اس شخص کی رقم دبائے بیٹھے ہو، کہیں تم مسلمان تو نہیں ہو گئے"۔

اس پر اسے غیرت آئی تو اس نے رقم ادا کر دی (فاعتبروا یا اولی الابصار)

(ماہنامہ محدث بابت جولائی ۱۹۸۷ء صفحہ ۴۵)

مسلمانوں

کو بد دیانت اور بدکردار بنانے کے ذمہ دار کون لوگ ہیں اس بارے میں محدث کے مدیر اپنا فیصلہ ان لفظوں میں دیتے ہیں:-

"چنانچہ یہ حقیقت ہے کہ عوام الناس کے اعمال و اخلاق اور کردار میں خرابی، علماء کی خرابی و فساد کی وجہ سے ظہور میں آتی ہے ـــ ایک تو اس لئے کہ جب علمائے امت اپنا فرضِ منصبی ادا کرنا چھوڑ دیتے ہیں تو عوام الناس کو روکنے والا کوئی نہیں ہوتا لہٰذا وہ من مانی کرنے لگتے ہیں اور دوسرے اس لئے کہ جب خود علماء ہی میں نقص آ جائے تو خود ان کا وجود اور ان کا طرزِ عمل عوام الناس کی آوارگیوں کے لئے سندِ جواز مہیا کر دیتا ہے جس کے نتیجہ میں پوری امت فساد اور بد عملی کی لپیٹ میں آ جاتی ہے"۔ (ایضاً صفحہ ۴۵)

(طلوعِ اسلام لاہور ستمبر ۱۹۸۷ء صفحہ ۴۰، ۴۱)

پارلیمنٹ اور تعبیرِ شریعت

"کیا یہ بات انتہائی عجیب نہیں کہ تقلید کے چنگل سے آزادی حاصل کرنے کی کوششوں میں ان

متجدّدین نے بھی اپنے مزعومہ "مجتہدین" (حکومت و پارلیمنٹ) کو اپنا مقتداء و پیشوا بنا کر ان کے افکار و نظریات کی پرستش شروع کر دی ہے ..... گویا اُن کی نظروں میں ائمہ سلف کی تقلید تو مذموم ٹھہری لیکن "فقیہان" دورِ حاضر کہ جنہیں ائمہ سلف سے کوئی نسبت ہی نہیں، کی تقلید عین اسلام ہو گئی! ــــ ہمارے نزدیک نہ تو یہ اسلامی فکر ہے اور نہ ہی راہِ اعتدال۔ ہاں بلا شبہ اسے افراط و تفریط کا نام دیا جائے گا۔ چنانچہ جس کا بھرپور مظاہرہ بعض ان مضامین میں ہوا ہے جو اقبال اور اجتہاد کے موضوع پر اخبارات میں لکھے جا رہے ہیں ــــ

علامہ اقبال کے بارے میں مختلف خیالات کا اظہار کرنے والوں کے سر پر مشکل یہ سوار ہے کہ وہ ان کے نظریات کو ان کی پختہ اور حتمی آراء سمجھنے لگ گئے ہیں حالانکہ اسلامی ریاست اس دَور میں محض ایک تخیّل تھا اور ایسے تخیّل سے مفکّر کا تعلق زیادہ تر رومانوی ہوتا ہے۔ وہ اپنے افکار و نظریات کو اپنی آخری اور حتمی عملی تجاویز کے طور پر پیش نہیں کرتا پھر یہ کیسے ممکن ہے کہ تشکیل ریاست کے بارے میں علامہ کی طرف سے ایسے فلسفیانہ مباحث میں شرکت کو، علامہ کی ائمہ سلف پر برتری کی دلیل بنا لیا جائے؟ ــــ

اِسلام کے اس دستوری فکر سے ناواقفی کی بناء پر ہی جدید سیاسی بزرجمہروں نے عوام کے ذہنوں میں یہ بات راسخ کر دی ہے کہ جس طرح دستور و قانون پارلیمنٹ و حکومت پہلے خود وضع کرتی ہے اور پھر اس کا نفاذ کرتی ہے بالکل اسی طرح پہلے شریعت وضع کرنی پڑے گی اور پھر اس کا نفاذ عمل میں آئے گا حالانکہ شریعت اللہ کی طرف سے مکمل ہو کر قیامت تک کے لئے نافذ ہو چکی ــــ

پھر قرآن مجید ہی نے بتلایا کہ جس طرح اللہ ربّ العزّت نے قرآن مجید کی حفاظت کی ذمّہ داری لی ہے اسی طرح اس کے بیان (تعبیر) کی حفاظت بھی اللہ ربّ العزّت کے ذمّہ ہے ــــ

اندریں صورت اسلام کی پارلیمانی تعبیر یا پرائیوٹ تعبیر کی بحث ہی بے بنیاد اور بلاجواز ہے ــــ چنانچہ دستور و تعبیر میں علماء کو اتھارٹی مانا جائے یا حکمرانوں اور پارلیمنٹ کو، یہ بہرحال خدائی حقوق میں دخل اندازی ہے ــــ لہٰذا حقوق الٰہی میں دخل اندازی خواہ علماء کی تسلیم کی جائے یا حکومت و عوام اور پارلیمنٹ کی، یہ انہیں ربّ بنا لینے کے مترادف ہے۔ یہی وجہ ہے کہ ائمہ سلف نے خود کو کبھی اتھارٹی قرار نہیں دیا ــــ پس جب ائمہ سلف یا ان کی فقہ (جو ان کے متوسلین نے بعد میں ترتیب دی ہے) اتھارٹی نہیں حالانکہ یہ کتاب وسُنّت پر عبور رکھتے تھے، تو پھر جدید دَور کے قائدین اور حکومت یا ان کے اجتہادات (جو اجتہاد کی ابجد سے بھی واقف نہیں تاوقتیکہ کتاب وسُنّت کی ماہرانہ بصیرت حاصل کریں) کیونکر

اتھارٹی قرار دئے جا سکتے ہیں ؟

غور فرمائیے جب پہلی شریعتیں، جو حکومتوں کی سرپرستی میں علماء کی کونسلوں کے ذریعے مدوّن کی جاتی رہیں ان کے حلال و حرام کو بھی حتمی سمجھنا قرآن مجید نے خدائی اختیارات میں دخل اندازی قرار دیا ہے تو اب شریعتِ محمدی، حکومتوں کے ہاتھوں انجام پذیر ہو کر کیونکر اتھارٹی بنے گی اور اس کی کیا حیثیت ہوگی ؟ —— عیسائیت کی تدوین کے بارے میں اب تک بیس سے زیادہ کونسلوں نے جو کارنامہ سرانجام دیا ہے وہ آپ کے سامنے ہے۔ ان میں بعض کونسلیں ایسی بھیں کہ حکومت کی سرپرستی میں ان میں دو دو ہزار کے قریب علماء شریک ہوتے رہے۔ بایں ہمہ اس پاپائیت کو قبول نہیں کیا جا سکتا تو وضعِ شریعت یا تعبیر شریعت کے نام پر "حق سبحانی حکومت" کیونکر تسلیم کیا جاتا ہے ؟ ——

یاد رہے، شریعت کی تدوین و تعبیرِ نو کا مسئلہ جدید دَور کی پیداوار ہے —— لیکن ستم تو یہ ہے کہ آج کے متجدّدین، اُمّتِ مسلمہ کو دوبارہ انہی جکڑ بندیوں میں دھکیل دینا چاہتے ہیں جن سے اللہ رب العزت نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ذریعے اپنے بندوں کو نجات دلائی تھی —— طرفہ یہ کہ اس نظریہ کے حامل لوگ جس شدّ و مد سے تقلید کی مخالفت کرتے ہیں اس سے کہیں زیادہ شور و غوغا آرائی کے ساتھ حکومت یا پارلیمنٹ کی تعبیر و تقنین کو اتھارٹی منوانے پر تُلے ہوئے ہیں —— فکر و نظر کا یہ کتنا بڑا تضاد ہے؟ کیا یہ بات سوچنے کی نہیں کہ ائمہ سلف کی تقلید اگر ان کی مہارت علمی کے باوجود جائز نہیں تو آج کی پارلیمنٹ بغیر کسی ضمانتِ صحت اور دلیل کے کیونکر اتھارٹی بن سکتی ہے ؟ ......

یہیں سے یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ اگر ان ائمہ سلف کی آراء بھی صرف اس وجہ سے قبول نہیں کی جاتیں اور دین میں حجت تسلیم نہیں کی جاتیں کہ وہ انفرادی حیثیت رکھتی ہیں تو کیا علامہ اقبال کی رائے بھی انفرادی رائے نہیں ؟ —— اس رائے پر کون سی اسمبلی کا اجماع ہو چکا ہے ؟ —— فافھم و تدبر۔"

(اداریہ "پارلیمنٹ اور تعبیر شریعت" ماہنامہ محدث اگست ۱۹۸۷ء صفحہ ۲ تا ۱۳)

خلاصہ خطبات حضرت امام جماعتِ احمدیہ

خلاصہ خطبہ جمعہ فرمودہ ۲۸ اگست ۱۹۸۷ء بمقام اوسلو (ناروے)

تشہّد وتعوّذ اور سورہ فاتحہ کی تلاوت کے بعد حضور نے فرمایا یورپ کے سب ممالک کے مختصر دَورہ میں مَیں نے خصوصیّت سے اِس بات پر نظر رکھی کہ جماعت کو جو بار بار دعوت اِلی اللہ کی نصیحت کی جاتی ہے اس کا کس حد تک نتیجہ نکلا ہے۔ چنانچہ مَیں نے ہالینڈ، جرمنی، سویڈن، ناروے میں ملاقاتوں اور جماعت سے گفت وشنید کے دَوران یہ اندازہ لگایا کہ ابھی جماعت کی بھاری اکثریت عملاً دعوت الی اللہ کے کاموں میں مشغول نہیں۔ اور اگر یہ کہا جائے کہ پچانوے فیصد جماعت غافل پڑی ہے اور سنجیدگی سے حصّہ نہیں لے رہی تو مبالغہ نہ ہوگا۔ بعض ملکوں میں ممکن ہے کہ نسبت اَور بھی خراب ہو مگر جن میں کام شروع ہو چکا ہے وہ بھی پانچ فیصد ہے۔ اِس لئے مَیں جماعت کو، امراء کو، مربّیان کو اور جماعت کے دیگر افراد کو توجہ دلانا چاہتا ہوں کہ جب بھی تکرار سے کسی بات کی طرف توجہ دلائی جائے اُسے بھلانا اچھی بات نہیں۔ اور اگر یاددہانی میں کچھ دیر ہو جائے تو پھر سُستی دکھانا کہ اب جواب طلبی نہیں ہوگی، درست نہیں ہے۔ ہمارے دین میں جواب طلبی کا جو نظام ہے اس کی رُو سے ہر انسان پر فرشتوں کے پہرے ہیں جو صبح وشام خدا کے بتائے ہوئے طریق کے مطابق انسان کے حالات کا جائزہ درج کرتے رہتے ہیں کوئی شَے ان کی نظر سے اوجھل نہیں۔ پس کہنے والا یا سُننے والا بھول چکا ہو مگر خدا کا آسمانی جواب طلبی کا نظام کسی کو نہیں بھُولتا۔ چونکہ جماعت کا تعلق دنیاوی حکومت سے نہیں آسمانی سے ہے، دُنیا والے بھُولیں یا نہ بھُولیں عملاً کوئی فرق نہیں پڑے گا۔ اِس لئے ان امور پر جن کا دین سے تعلق ہو ذمّہ داری سے توجہ دینی چاہیئے یہ پروگرام معمولی نہیں۔ ہم اگلی صدی کے کنارے پر بیٹھے ہیں اور ساری دُنیا کو دینِ حق پر جمع کرنے کا تہیّہ کئے بیٹھے ہیں لیکن ابھی ہمیں دُنیا کا دسواں حصّہ بھی کامیابی نہیں ہو سکی۔ ساری دُنیا کو دینِ حق میں داخل